۞ كُلُّ مُحدَثَةٍ بِدعَةٌ وكُلُّ بدعَةٍ ضَلالَةٌ وكُلُّ ضَلالَةٍ فى النار (الحديث) ۞

چند بدعات اور ان کا تعارف

تالیف

(مولانا) محمد موسیٰ شاکر

خطیب جامع مسجد مکی شفیلڈ انگلینڈ

مروجہ رسوم کے متعلق مسلک دیوبند

حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ اپنی کتاب مسلک علمائے دیوبند میں رسومات سے متعلق علمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ وہ (علمائے دیوبند) رسوم شادی اور غمی کو اسوہ حسنہ اور سلف صالحین کے سادہ اور بے تکلف طریق عمل میں محدود رکھنا چاہتے ہیں، اغیار کی نقّالی یا تشبیہ کو ناجائز سمجھتے ہیں، غمی کی رسموں تیجہ، دسواں، چہلم، برسی وغیرہ کو بدعت سمجھتے ہیں، اس لئے سختی سے روکتے ہیں، اور شادی کی مروّجہ رسومات کو خلاف سنّت سمجھتے ہیں۔ اس لئے انھیں بھی رد کرتے ہیں۔ بہر حال رسم بدعت ہو یا رسم خلاف سنّت، دونوں کو ہی روکتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ رسوم غمی کو قوت سے روکتے ہیں کیونکہ وہ ثواب سمجھ کر کی جاتی ہیں اس لئے وہ بدعات ہیں، جن کی زد براہ راست سنّت پر ہے، اور شادی کی رسوم تمدّن و معاشرت کے جذبہ سے انجام دی جاتی ہیں، اس لئے وہ محض رسوم خلاف سنّت ہیں۔ بدعت میں عقیدہ کی خرابی ہوتی ہے کہ غیر دین کو دین سمجھ لیا جاتا ہے، درانحالیکہ وہ دین نہیں ہوتا۔ اور خلاف سنّت میں عقیدہ محفوظ رہتا ہے صرف عمل کی خرابی اور ہوائے نفس ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں اصل دین محو ہو جاتا ہے، دوسری صورت میں اصل دین قلب میں محفوظ ہو کر عمل میں نقصان آجاتا ہے۔

(مسلک علمائے دیوبند ص ۲۹، از قاری محمد طیبؒ)

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو بارگاہ ربّ العالمین میں عرض قبولیت پیش کرتے ہوئے اپنے تمام "مہربان اساتذہ کرام" کے نذر کرتا ہوں جنہوں نے بندہ کی تعلیم و تربیت میں شب وروز محنت فرمائی اور جن کی شفقت اور خصوصی توجہ کے سایۂ عاطفت تلے بندہ علوم نبوّت کی پیاس بجھاتا رہا۔

اور اپنے "مرحوم والدین رحمھما اللہ" کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے علم دین کے راستے پہ مجھے ڈالا اور جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس قابل بن سکا۔ اور اللہ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین اور مرحوم اساتذہ کو غریق رحمت فرمائے اور ان کی مغفرت فرما کر جنّت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے اور جو زندہ ہیں ان کو دین کی محنت کے لئے تادیر ترو تازہ رکھے۔

(اللّٰھم آمین) محتاج دعاء محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
بدعات ورسوم کا بیان	۸	نفلی نماز باجماعت پڑھنا	۳۳
بدعت کی حقیقت اور اس کی قسمیں	۸	سنن اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا کرنا	۳۴
سنت اور بدعت کا فرق	۱۰	نکاح میں کلمہ پڑھانے کی رسم	۳۵
بدعت باعث اجر نہیں	۱۴	قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے کو ناجائز سمجھنا	۳۶
نماز کے بعد مصافحہ کرنا	۱۶	حضرت عمرؓ کا عمل	۳۸
نمازوں کے بعد اجتماعی بلند آواز سے ذکر کرنا	۱۹	حضرت عثمانؓ کا عمل	۳۹
رفع صوت بالذکر پر حافظ ابو بکر رازی کی رائے	۲۶	مکہ ومدینہ کے ائمہ کے پیچھے نمازیں نہ پڑھنا	۴۳
علماء نے ذکر بالجھر کی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے	۲۸	گیارھویں کی رسم	۴۴
ذکر بالجھر کے عدم جواز پر چار سوالات	۲۸	صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنا	۵۲
الجواب	۲۹	بارہ ربیع الاوّل کی محفل میلاد ان وجوہات سے منع ہے	۵۳

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
عشرہ محرم میں مجلس شہادت کے عدم جواز کی وجوہات	۵۳	بدعات القبور	٦١
گیارہویں کی محفل کی ممانعت کی وجوہات	۵۴	بدعات الرسوم	٦١
عرس کی ممانعت کی وجوہات	۵۴	۲/ تاریخ کا چاند دیکھنا	٦٣
عمل میں کفار کے ساتھ مشابہت بدعت ہے	۵۵	بلّی آڑے آگئی	٦۴
کسی مشروع کام کو غیر مشروع طریقے پر ادا کرنا	۵۵	ختنہ کے اکیس دن بعد غسل دینا	٦۵
مباح یا مستحب کو واجب یا سنت مؤکدہ اعتقاد کرنا بدعت ہے	۵۷	امام ضامن باندھنا	٦٦
توسل اور دعاء	۵۸	نوشہ کو شادی میں سہرا باندھنا	٦٨
وسیلہ کی پہلی صورت	۵۸	دلہن کو وداعی سہرا باندھنا	٦٩
وسیلہ کی دوسری اور تیسری صورت	۵۹	مخصوص راتوں میں روشنی کرنا اور جھنڈیاں لگانا	٦٩
سماع	۵۹	توبہ میں رخسار تھپتھپانا	٧٠

چند بدعات اوران کا تعارف

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
فال دیکھ کر نام کا انتخاب	۷۰	بدعات کی مختصر فہرست	۸۰
نام رکھائی اور سالگرہ	۷۲	کلمے میں لائی گئی بدعتیں	۸۰
۲۱ویں دن پھول پہنانا	۷۲	اذان کی بدعتیں	۸۰
کتوں کا رونا	۷۳	نماز کی بدعتیں	۸۱
بدعت کی آمیزش	۷۴	نماز جنازہ وکفن ودفن کی بدعتیں	۸۲
چند مشہور بدعتیں یہ ہیں	۷۶	متفرق بدعات	۸۶

بدعات ورسوم کا بیان

بدعت کی حقیقت اور اس کی قسمیں

بدعت کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے، ایک لغوی بدعت، یعنی ہر نئی چیز اور دوسرے بدعت شرعی، بدعت شرعی سے مراد ہے دین میں کسی ایسی بات کا اضافہ کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اس کی کوئی اصل نہ ہو، جو باتیں بدعت شرعی کے دائرہ میں آتی ہیں وہ سب حرام اور گناہ ہیں، ان میں کوئی مستحب، مباح یا واجب نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے صاف ارشاد فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی انسان کو جہنم کی طرف لے جاتی ہے، ”کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار“(۱) البتہ جیسا کہ مذکور ہوا بدعت شرعی کا تعلق امور دین سے ہے نہ کہ امور دنیا سے،

اس لئے کہ حضور ﷺ نے کسی نئی چیز کی ایجاد کو منع فرمایا ہے: ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد“(۲) اسی طرح جس کام کی اصل آپ ﷺ کے عہد میں موجود ہو وہ بدعت نہیں، مثلاً مدارس کا قیام کہ خود آپ ﷺ نے صفہ میں تعلیم وتعلم کا نظم فرمایا تھا، گو اس میں مدارس کے موجودہ نظام کی طرح نصاب، اسباق کا نظام، دار الاقامۃ کی سہولت وغیرہ نہیں تھی، لیکن یہ صفہ کا نظام مدارس کے لئے ایک اصل کا درجہ رکھتا ہے، جو اس زمانہ میں بھی موجود تھا، اس لئے

(۱) سنن نسائي: ۱/۱۷۹۔ محشی۔
(۲) سنن ابن ماجة: ص: ۳، باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ۔ محشی۔

اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح جو کام عہد صحابہ ﷺ میں ہوا ہو اور صحابہ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں کی ہو وہ بھی بدعت میں شامل نہیں، بلکہ وہ سنت کے دائرہ میں ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین "(۳)" تم پر میری اور خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا لازم ہے" جیسے جمعہ کی دوسری اذان، جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح کی ادائیگی۔

بدعت شرعی میں حسنہ اور سیئہ اچھی اور بری، حرام اور جائز کی تفصیل درست نہیں، بلکہ وہ بہر صورت ممنوع ہے، مشہور و متفق علیہ بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ مجدد الف ثانی، نیز امام ابو اسحاق شاطبیؒ نے اس پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے، اہل علم مکتوبات امام ربانیؒ اور شاطبی کی "الاعتصام" میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

جو باتیں بدعت لغوی کے دائرہ میں آتی ہیں، ان کے بارے میں اہل علم نے واجب و مستحب ہونے کی بات لکھی ہے، اور کہا ہے کہ ان میں بعض واجب ہیں، جیسے نحو وصرف اور عربی قواعد وغیرہ کہ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد ایجاد ہوئے ہیں، اور قرآن و حدیث کو سمجھنے میں معین و مددگار ہیں، بعض مستحب ہیں، جیسے مسافر خانے اور مدارس اسلامیہ کی تاسیس، اور بعض مباح ہیں، جیسے عمدہ کھانے، پینے سے استفادہ اور اعلی قسم کے مکانات کی تعمیر وغیرہ، ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ بعض اہل علم نے جس چیز کو واجب و مستحب اور مباح بدعت کا نام دیا ہے، وہ لغوی اعتبار سے بدعت ہے نہ کہ شرعی اعتبار سے، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے دین میں نو ایجاد ہر بات کو بدعت قرار دیا، اور ہر بدعت کو گمراہی فرمایا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ بعض بدعات مستحب یا مباح ہو جائیں۔

---

(۳) سنن ابن ماجة :ص:۵،باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين ۔محشی۔

شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ سنّت اور بدعت کے فرق کو اپنی کتاب "دنیا کو اسلام سے کس کس طرح روکا گیا" میں یوں سمجھاتے ہیں۔

سنت اور بدعت کا فرق: ۔ فرض کیجئے کہ کسی ایک محلے یا کسی شہر میں دو مسجدیں ہیں. ایک تو اس قدر وسیع ہے کہ بیک وقت اُس میں ہزاروں انسان سما سکتے ہیں پھر اُس کی تعمیر میں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ بھی خرچ کیا گیا ہے. سنگ مرمر کا فرش اُس میں ہے

ابیض، احمر، اسود غرض کہ ہر قسم کے پتھروں کی چپہ کاریاں اُس میں ہیں. عمدہ دریاں اور قالین اُس میں بچھے ہوئے. شمع فانوس سے وہ جگمگاتی ہے. کتبے دیواروں پر آویزاں بھی ہیں اور منقوش بھی. گرم پانی کا ذخیرہ اُس کے لئے موجود ہے. ٹھنڈے پانی کا اُس میں سامان بجلی کی روشنی. اور برقی پنکھے۔ غرض یہ کہ کوئی چیز ایسی نہ ہو جو مسجد کی زیبائش کے لئے یا نمازیوں کی سہولت کے لئے ہو سکتی ہو اور اس مسجد میں نہ ہو. زیب و زینت کے اعتبار سے اگر اُس کو فرعون کا قصر کہا جاوے تو بے جا نہیں. لیکن نقصان اس میں صرف یہ ہے کہ وہ قبلہ سے منحرف ہے. نمازی اس میں رو بقبلہ ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے. اسی محلے یا شہر میں ایک دوسری مسجد فرض کر لیجئے. جس کی زمین بھی خام، چھت بھی بوسیدہ کہ ہر وقت مٹی جھڑتی ہے اور گھانس اور پھوس کی ہے. تیز ہوا چلے تو اندیشہ ہو کہ دیواریں اور چھت زمین پر آجاویں گی تھوڑی سی بارش ہو تو اندرونی و بیرونی دونوں حصوں میں نماز پڑھنی دشوار. موسم سرما و گرما میں موسمی ہواؤں کی تیزی مسجد میں داخلہ سے مانع ہو. وضو کے لئے برتن ہیں مگر مٹی کے اور وہ کثیف اور میلے. کائی ان پر جمی ہوئی. سقایہ تو نہیں کہ

جس میں پانی بھرا ہوا ہو۔ ایک کچا کنواں ضرور ہے اس پر بھیگی ہوئی رسی اور ڈول رکھا ہوا ہے ضرورت ہو تو پانی خود بھر لیجئے ان تمام تکلیف دہ امور کے باوجود اس میں ایک اچھی چیز بھی ہے اور وہ یہ کہ قبلے سے منحرف نہیں ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص پہلی مفروضہ مسجد میں استقبال قبلہ کے بغیر نماز پڑھے تو کتب مذہب میں اس کی تکفیر ملے گی، اور اگر اس دوسری مفروضہ مسجد میں نماز پڑھی جاوے تو تمام دشواریوں کے ہوتے ہوئے بھی اس کی نماز بلا کراہت صحیح ہے۔ اور اگر یہ نماز با جماعت ہے تو حسب تصریح کتب احادیث اُس کو پچیس یا ستائیس نمازوں کا ثواب ملے گا۔

آخر یہ فرق کیوں ہے۔ پہلی خوش نما مسجد تو لاکھوں اور کروڑوں روپیہ کے صرف سے تعمیر کی گئی ہے اور بقول بعض ایسی بے نظیر مسجد سے اسلام کی شوکت اور اہل اسلام کا رعب غیر مسلموں پر پڑتا ہے دوسری خام مسجد تو مسلمانوں کی فلاکت، شکستہ حالی، بے توجہی کی آئینہ اور شاہد عدل ہے پھر ایک مسجد میں تو نماز کا ادا کرنا ہی کفر، اور دوسری حقیر مسجد میں نماز مقبول اور موجب از دیاد ثواب۔

اس کا جواب ایک اور صرف ایک ہے کہ یہ عظیم فرق اس لئے ہے کہ ایک مسجد رو بقبلہ ہے اور دوسری منحرف عن القبلہ۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ مسجد کا شاندار ہونا یا نہ ہونا نماز کی صحت۔ رضائے خداوندی، تقرّب الی اللہ میں مؤثر نہیں ہے نہ قابلِ التفات ہے اگر مؤثر اور واجب الالتفات ہے تو استقبالِ قبلہ۔ یہ ہے تو عبادت عبادت ہے ورنہ گناہ ہے اور بڑا گناہ ہے۔

یہی فرق ہے بدعات میں اور امور مسنونہ میں. بدعات قبلہ اعمال سے منحرف ہوتی ہیں اور امور مسنونہ اس کی سمت میں ہوتے ہیں، اسی لئے یہ صحیح ہے کہ اگر بڑی سے بڑی بدعت بھی کی جاوے تو موجب ثواب تو یقیناً نہ ہوگی، ہاں اگر زیادہ انحراف ہے تو گناہ بھی ضروری ہے، اور امور مسنونہ اگرچہ چھوٹے چھوٹے اور (نعوذ باللہ) زیادہ وقیع معلوم نہ ہوتے ہوں صرف موجب ثواب ہی نہ ہوں گے بلکہ ایک درجہ اور بھی جس کو وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ یعنی اور اللہ جس کے لئے چاہے بڑھاتا ہے۔ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

دفنِ میت کے بعد سینکڑوں من غلہ تقسیم کرنا، قبر پر اذان دینا، تعزیہ بنانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ (سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مبارک نام پر پانی کی مشکیں بہانا. صلوٰۃ رغائب، وغیرہا وغیرہا میں ہمارے متخیلہ دلائل و خطرات کتنا ہی حسن ثابت کریں، لیکن جب ان میں قبلۂ اعمال ہی سے انحراف ہے تو سچ یہ ہے کہ ان کے محاسن محاسن نہیں بلکہ قبائح ہیں. اور اگر بعد از دفن، قبر میں۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى

ترجمہ۔ (یعنی اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں تم کو پھر لوٹا دیتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار۔ طٰہٰ: ۵۵)

پڑھ کر تھوڑی تھوڑی مٹی تین مرتبہ ڈالدیں تو موجب اجر ہے۔

اس ساری گزارش کی تلخیص یہ ہے کہ انبیاء کی بعثت اس لئے ہوتی ہے کہ ان کو دیکھ کر، ان کے اعمال واقوال بلکہ حرکات وسکنات کی بھی اقتدا کی جاوے، جس طرح ان کے فرمان قابل عمل ہوتے ہیں اسی طرح ان کی ہر حرکت وسکون لائق تقلید ہے، قادر مطلق نے انسان کو راہ راست پر رکھنے یا گم گشتوں کو صحیح راستے پر پہنچانے کے لئے مابین السماء والارض کو دلائل توحید اور قدرت مطلقہ کے براہین سے بھر کر وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ (ترجمہ:- یعنی اور زمین میں یقین لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر۔ الذاریت. ۲۰، ۲۱) فرمادیا ہے تو انبیاء کی ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد کے اعمال وافعال کو مرضیات الٰہیہ اور عبادات مرضیہ کے لئے نمونہ بنادیا ہے۔

فرض کیجئے کہ ایک بادشاہ کسی کو ایک تعمیر کا مسلّمہ اور مجوزہ نقشہ دے کر اس کے موافق مکان کی تعمیر کا حکم دیتا ہے، کارکنانِ تعمیر اُس مجوزہ نقشہ میں اپنی رائے سے ترمیم کرتے ہیں، یا اُس نقشے کو بالکل ترک کر کے کسی دوسرے طرز کی عمارت بنادیتے ہیں، اور اپنی اس ترمیم یا تبدیل کے استحسان کے لئے قوی سے قوی دلائل بھی رکھتے ہیں، تب بھی ان تمام دلائل وبراہین کا ذخیرہ یہ کہہ کر رد کیا جاسکتا ہے کہ تعمیر مذکورہ شاہی نقشہ کے خلاف ہے، اور اس کے انہدام کا حکم دینے کے لئے یہی ایک نقصان کافی ہے۔

ٹھیک اسی طرح سے بندگان خداوندی کی عبادتیں اگر اُسی نقشے کے مطابق ہیں جو انبیاء کی صورت میں احکم الحاکمین نے ان کو دیا ہے تو وہ اپنے اپنے درجہ پر قابل قبول اور موجب ثواب ہیں، لیکن ان میں ترمیم تغییر یا تبدیل کی گئی تو فرقِ مراتب کے ساتھ ثواب کی کمی، یا نیکی برباد گناہ کا لزوم بھی صحیح ہے، اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس میں حرج ہی کیا ہے یا یہ کہ اس میں محاسن زیادہ ہیں، اسلام کی شان و شوکت زیادہ معلوم ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ کیونکہ اس میں سب سے بڑا نقصان یہی ہے کہ مالک الملک، احکم الحاکمین جلّ مُجْدُہٗ کے دربار سے اعمالِ صالحہ کا جو نمونہ دیا گیا ہے اس کے مطابق نہیں۔

بدعت باعثِ اجر نہیں:۔ ابن امیر حاج اپنے زمانہ کے کبار علماء میں سے ہیں، صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، بہت سے علماء ان کے حلقہ تلمذ میں داخل ہیں، اپنی کتاب مدخل میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اکابر علماء نے حدیث میں دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ سے فرمایا کہ تم ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ اللہ اکبر اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور اس سب کے بعد ایک دفعہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہہ لیا کرو (سنن ابی داؤد ص ۲۱۸ ج ۱) اس حدیث کو دیکھ کر انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ مقدار کم ہے، اس لئے ان کلمات میں سے ہر ایک کو فرض نماز کے بعد سَو سَو دفعہ

پڑھنا شروع کر دیا، اور بہت دنوں تک اس پر عامل رہے۔

ایک روز بعد نماز عشاء سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور ایک وسیع میدان میں دنیا کے چھوٹے بڑے سب جمع ہیں. یکایک آواز آئی کہ فرائض کے بعد تسبیح و تحمید و تکبیر کرنے والے کہاں ہیں ؟ ادھر آئیں. اور اپنا اپنا ثواب حاصل کریں، یہ سن کر بہت سے لوگ اس طرف دوڑے. انہیں کے ساتھ یہ بھی پہنچے. غالباً یہ خیال ہوگا کہ ان لوگوں میں پہلا درجہ میرا ہی ہوگا. کیونکہ میں نے بہت زیادہ مقدار شروع کر دی تھی۔ مگر وہاں جاکر دیکھا تو کسی نمی پرسد ۔

نہ کوئی پوچھتا ہے اور نہ نام اس کا ہے دفتر میں   بڑا دیوانہ ہے محسن کہاں آیا ہے محشر میں

تعجب ہوا. اور چونکہ اپنے عمل کی زیادتی کی وجہ سے مقبولیت کا یقین تھا. خیال ہوا کہ چونکہ مجھ کو ان سب سے زیادہ انعام ملنے والا ہے. اس لئے آخر میں دیا جاوے گا تاکہ سب دیکھیں. تمام حاضرین کو انعام ان کی موجودگی میں تقسیم کیا گیا. مگر ان کا نام بھی نہ آنا تھا. نہ آیا. بالآخر یہ از خود تقسیم کنندہ انعام کے پاس پہنچے. اور اس سے شکایت کی کہ بہت زیادہ عبادت کے باوجود مجھ کو محروم کر دیا گیا. اس نے کہا کہ تمہاری شکایت بے جا ہے. اس انعام کے حاصل کرنے والوں کی فہرست میں تمہارا نام نہیں ہے انہوں نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا غور کرتے رہے کہ خداوندی علم. نسیان. ذہول. خطا سے قطعاً منزّہ ہے ان عیوب کا علمِ خداوندی سے کوئی تعلق ہی نہیں پھر آخر میں کیوں محروم کر دیا گیا۔

سوچنے کے بعد معلوم ہوا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نہ تھا بلکہ اس میں زیادتی کر دی گئی تھی، اسی لئے اس عبادت کا مخصوص ثواب نہ مل سکا۔

ابن امیر حاج کے اس بیان کئے ہوئے واقعے کو دیدۂ عبرت سے دیکھو اور گوش حق نیوش سے سنو، اور اپنے لئے اس کو دستور العمل بناؤ۔

وہی تکبیریں تھیں، اور وہی تحمید اور تسبیحیں جو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی تھیں، مگر رویائے صادقہ کے ذریعے سے تنبیہ کر دی گئی کہ چونکہ ارشاد نبوی کے خلاف ہے لہٰذا قابل تحسین نہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ بندگان خدا اپنے اعمال و اقوال میں جس قدر منہاج نبوت سے قریب رہیں گے اسی قدر رحمت الٰہیہ کے مورد اور تقربات خداوندی کے مہبط ہوں گے، اور جس قدر اس سے بُعد ہوتا جاوے گا اسی قدر خُسران اور حرمان سے قرب ہوتا جاوے گا۔

نماز کے بعد مصافحہ کرنا

اکثر لوگ نماز پڑھنے کے بعد بڑے احترام سے دوسروں کو سلام کرتے ہیں

سلام کا نماز سے کوئی تعلق نہیں، سلام کا تعلق ملاقات سے ہے، ابتداء ملاقات

میں سلام کرنا چاہیے، جن لوگوں سے نماز سے پہلے ہی ملاقات ہوئی، ساتھ ساتھ نماز ادا کی، یا اسی جگہ وہ لوگ موجود ہیں، تو نماز کے بعد خاص طور پر انہیں دوبارہ سلام کرنے کے کوئی معنی نہیں، رسول اللہ ﷺ، یا صحابۂ کرام ؓ سے اس موقع پر سلام کرنا ثابت نہیں۔

شریعت نے باہر سے آنے

والے کے لئے سلام اور مصافحہ مسنون ٹھہرایا ہے۔ مگر مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگ اچانک ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کرنے لگیں سلف صالحین میں اس لغو حرکت کا رواج نہیں تھا۔ بعد میں نہ جانے کس مصلحت کی بناء پر بعض لوگوں میں فجر، عصر، عیدین اور دوسری نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج چل نکلا. جس پر علمائے اہل سنت کو اس کے "بدعت" ہونے کا فتویٰ دینا پڑا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی" شرح مشکوٰۃ باب المصافحہ میں لکھتے ہیں:

آنکہ بعضے مردم مصافحہ مے کنند بعد از نماز یا بعد از جمعہ چیزے نیست، بدعت است از جہت تخصیص وقت"	یہ جو لوگ عام نمازوں کے بعد، یا نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں۔ یہ کوئی سنت نہیں، بدعت ہے (اشعۃ اللمعات ص ۲۲ ج ۴)

علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

وَلِهٰذَا صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا بِاَنَّهَا مَكْرُوْهَةٌ، وَحِيْنَئِذٍ اِنَّهَا مِنَ الْبِدَعِ الْمَذْمُوْمَةِ (حاشیہ مشکوٰۃ صہ ۴۰۱)

ترجمہ:۔ اسی بناء پر ہمارے بعض علماء نے صراحت کی کہ یہ مکروہ ہے. اس صورت میں یہ مذموم بدعتوں میں سے ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا وَغَيْرُهُمْ بِكَرَاهَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمُعْتَادَةِ عَقِيْبَ الصَّلٰوتِ، مَعَ اَنَّ الْمُصَافَحَةَ سُنَّةٌ وَمَا ذَاكَ اِلَّا لِكَوْنِهَا لَمْ تُؤْثَرْ فِيْ خُصُوْصِ هٰذَا الْمَوْضَعِ (ردّ المختار صہ ۲۳۵،ج۲)

ترجمہ:۔ اور ہمارے بعض علماء (احناف) اور دیگر حضرات نے صراحت کی ہے کہ نمازوں کے بعد جو مصافحہ کرنے کی عادت ہوگئی ہے یہ مکروہ ہے باوجودیکہ اصل مصافحہ سنت ہے اس کے مکروہ و بدعت ہونے کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ اس خاص موقعہ پر مصافحہ سلف صالحین سے منقول نہیں۔

نمازوں کے بعد اجتماعی بلند آواز سے ذکر کرنا

نماز کے علاوہ شریعت نے ذکر و تسبیح اور درود شریف وغیرہ

اجتماعی طور پر پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ ہر شخص کو الگ الگ جو پڑھنا ہو پڑھے. اب ان اذکار کو اجتماعی طور پر مل کر پڑھنا بدعت ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں "محیط" سے نقل کیا ہے:

قِرَاءَةُ الْكَافِرُوْنَ إِلَى الْآخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَكْرُوْهَةٌ لِأَنَّهَا بِدْعَةٌ لَمْ تُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَا عَنِ التَّابِعِيْنَ۔ (ص ۲۱۷)

ترجمہ:۔ سورۂ الکافرون سے آخر تک مجمع کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے. صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں۔ (ص ۲۱۷)

فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خاں کے حوالے سے نقل کیا ہے:

رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حَرَامٌ وَقَدْ صَحَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ قَوْمًا اِجْتَمَعُوْا فِيْ مَسْجِدٍ يُهَلِّلُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ، عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ جَهْرًا۔ فَرَاحَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا عَهِدْنَا ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَلَا أَرَاكُمْ إِلَّا مُبْتَدِعِيْنَ، فَمَا زَالَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ حَتّٰى أَخْرَجَهُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ۔ (بزازیہ برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۶)

بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے. حضرت ابن مسعودؓ سے بسند صحیح منقول ہے کہ آپ نے سنا کہ کچھ

لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ اور درود شریف کا ورد کر رہے ہیں۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا. ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ چیز نہیں دیکھی۔ میرا خیال ہے کہ تم بدعت کر رہے ہو۔ آپ بار بار یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ انہیں مسجد سے نکال دیا۔ (بزازیہ حاشیہ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۶)

اس سے معلوم ہوا ہو گا آج کل مسجدوں میں زور زور سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور گا گا کر درود و سلام پڑھنے کا جو بعض لوگوں نے رواج نکالا یہ بدعت ہے۔ اور اس سے مساجد کو پاک کرنا لازم ہے۔

یہ عمل ائمہ اربعہ میں سے کسی کے ہاں بھی پسندیدہ نہیں چاروں مذاہب کے لوگ اس کے عدم استحباب پر متفق ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نقل کرتے ہیں:۔

المذاهب الاربعه علی عدم استحبابه.[1]

امام نوویؒ بھی لکھتے ہیں:۔

ان اصحاب المذاهب المتبوعة وغيرهم متفقون على عدم رفع الصوت بالذكر والتكبير.[2]

[1] البدایہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۷۰ [2] شرح صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۷

ترجمہ: بیشک وہ تمام مذاہب جن کی اس امت میں پیروی جاری ہوئی اور ان کے علاوہ اور بھی سب اس پہ متفق ہیں کہ ذکر اور تکبیر میں آواز اونچی نہ کرنی چاہیئے۔

اور امام ابو حنیفہؒ تو کھل کر کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر (مسجد میں) بلند آواز سے کرنا بدعت ہے اور قرآن کے خلاف ہے۔

حنیفوں کے جلیل القدر عالم علامہ حلبیؒ لکھتے ہیں:۔

ولابی حنیفة ان رفع الصوت بالذکر بدعة مخالف للامر فی قوله تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعًا وخفیة۔ ہے

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ کا مسئلہ یہ ہے کہ ذکر کے ساتھ آواز اونچی کرنا بدعت ہے اور قرآن کے اس حکم کے خلاف ہے کہ اپنے رب کو زاری سے اور آہستہ آواز سے یاد کرو۔

جو لوگ جماعت میں بعد میں شامل ہوئے اور انہیں مسبوق کی حیثیت سے اپنی نماز پوری کرنی ہے۔ ان کے لیے بریلویوں کا یہ عمل کس قدر تشویشناک ہوتا ہے اس کا احساس انہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جن کو یہ شور بار بار نماز بھلا دیتا ہے۔ لیکن یہ بدعتی ہیں کہ لوگوں کو مسجدوں میں پُرامن طور پر نماز پڑھنے ہی نہیں دیتے۔

اگر کوئی شخص کسی سبب سے دیر سے مسجد میں پہنچا اور اب وہ اپنی باقی نماز بطور مسبوق

مکمل کرنا چاہتا ہے تو یہ کیا اس کا حق نہیں کہ وہ اپنی نماز مسجد میں مکمل کر سکے۔ بریلویوں کا اس پر یوں جو سنناکہ تو دیر سے کیوں آیا ہے۔ اس پورے نظام کو بدلنا ہے جس کے لیے مسجدیں بنائی گئی ہیں

اب آیئے شافعیہ کے طریق پر بھی اس حدیث پر غور کریں، حافظ ابن حجر الشافعی لکھتے ہیں

حمل الشافعی ھذا الحدیث علی انھم جھروا بہ وقتاً یسیرًا لاجل تعلیم صفۃ الذکر لا انھم داوموا علی الجھر بہ والمختار ان الامام والماموم یخفیان الذکر الا ان احتیج الی التعلیم۔ ۵۲

ترجمہ۔ امام شافعی نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ ان کا یہ جہر تعلیم ذکر کے لیے تھوڑا سا عرصہ رہا یہ نہیں کہ وہ جہر پر دائماً عمل پیرا رہے، فیصلہ یہی ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ ذکر کریں تعلیم کے لیے جہر کی ضرورت ہو سکتی ہے۔

محدث جلیل ملا علی قاریؒ نے امام شافعیؒ کے اس فیصلے کی اصل قرآن کریم سے دریافت کرلی اور امام بیہقیؒ سے جو شافعیہ میں بڑا مقام رکھتے ہیں اس حدیث کا معارضہ صحیحین کی ہی ایک دوسری حدیث سے کیا ہے:۔

وحمل الشافعی جهره هذا علی انه کان لاجل تعلم المامومین لقوله تعالیٰ ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها .... الآیۃ. نزلت فی الدعاء کما فی الصحیحین و استدلال البیهقی وغیره لطلب الاسرار بخبر الصحیحین

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۶۹)

انه علیه السلام امرهم بترك ما کانوا علیه من رفع الصوت بالتهلیل و التکبیر وقال انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انه معکم انه سمیع قریب

ترجمہ. اور امام شافعی رح نے اس جہر کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ مقتدیوں کی تعلیم کے لیے تھا. یہ قرآن کریم کے اس حکم کی رو سے ہے کہ آپ اپنی نماز نہ جہر سے پڑھیں نہ بالکل آہستگی سے بلکہ اس کے درمیان چلیں. یہ آیت جیسا کہ صحیحین میں ہے دعا کے بارے میں اُتری تھی. امام بیہقی اور دوسرے ائمہ نے ذکر کے آہستہ ہونے پر صحیحین کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ نے انہیں بلند آواز سے کلمہ پڑھنے اور اللہ اکبر کہنے سے روکا اور فرمایا کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے جس کو تم پکارتے ہو وہ سمیع قریب ہے

حنفیوں اور شافعیوں کا موقف تو کھل کر آپ کے سامنے آچکا اور اس پہ کتاب و سنّت کی شہادت بھی ہو چکی. اب حضرت امام مالکؒ کا فیصلہ بھی سُن لیں حافظ ابن حجرؒ نے اسے طبری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

قال ابن بطال وفی العتیبۃ عن مالکٌ ان ذلکٌ مُحْدَث.[1]

ترجمہ. امام مالک سے مروی ہے آپ نے فرمایا نمازوں کے بعد یہ ذکر بالجہر بدعت ہے۔

(۱) عینی علی البخاری ج۶ص۱۲۶)(۲) فتح الباری ج۲ص۲۶۹)

ابن بطال کہتے ہیں چاروں مذاہب میں یہی ہے کہ یہ ذکر بالجہر جائز نہیں. صرف ابن حزم ظاہری نے اس سے اختلاف کیا ہے اور وہ صرف حدیث ابن عباسؓ کے ظاہر پر نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کی اجازت دیتے ہیں تاہم واجب اسے وہ بھی نہیں ٹھہراتے جیسا کہ بریلویوں نے اسے آج اپنے ہاں واجب کیا ہوا ہے. ابن بطال کہتے ہیں:

اصحاب المذاھب المتبوعة وغیرھم متفقون علی عدم استحباب

رفع الصوت والتکبیر والذکر حاشا ابن حزم۔ [1]

ترجمہ جن مذاہب کی پیروی مسلمانوں میں جاری ہوئی اس پر سب متفق ہیں کہ اللہ اکبر کہنے اور بلند آواز سے ذکر کرنا ہرگز مستحب نہیں ابن حزم اس سے مختلف رہے۔

پس بریلوی اپنے اس عمل کے اصرار سے حنفی کہلانے کے کسی طرح مستحق نہیں وہ ظاہری اور غیر مقلد ہو چکے علی پور سیداں کے پیر اختر حسین جماعتی کے یہ الفاظ بھی یہاں یاد رکھیں۔

"دلائل دیکھنے اور سننے کے باوجود اگر کوئی حنفی المذہب انکار کرے تو یہ اس کی دیدہ دلیری ہے اور پھر وہی رٹ لگائے اور اسی پر عمل کرے تو وہ حنفی کہلانے کا مستحق نہیں ہے البتہ اہلحدیث یا وہابی کہلانے کا مستحق ہے"

رفع صوت بالذکر حافظ ابوبکر الرازی کی رائے

حافظ ابوبکر جصاص رازی حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرفع الرجل صوتہ بالقرآن قبل العشاء وبعدھا یغلط اصحابہ فی الصلوٰۃ۔ [1]

[1] احکام القرآن جلد ۵ صہ ۴۸

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا کہ کوئی شخص عشاء سے پہلے یا بعد قرآن پڑھتے اپنی آواز بلند کرے اور دوسرے مسلمانوں کو نماز میں مغالطہ دے۔

جب کسی مسلمان کو سونے پر بھی ذکر بالجہر سے پریشان نہیں کیا جا سکتا تو جو مسبوق ابھی نماز مکمل کر رہے ہیں انہیں نماز میں کیسے کسی مغالطے میں ڈالا جا سکتا ہے۔ یہ حکم صرف قرأتِ قرآن کے لیے نہیں عام ہے اور تمام اذکار کو شامل ہے۔

(واذکر ربک فی نفسک) ھو عام فی الاذکار من قرأۃ القرآن والدعاء والتسبیح والتھلیل وغیر ذلک۔ [2]

[2] مدارک جلد ا صہ ۵۷۲

ترجمہ۔ (اور یاد کر اپنے رب کو اپنے جی میں) یہ حکم عام ہے تمام اذکار میں قرأت قرآن ہو یا دعا۔ تسبیح ہو یا لا الٰہ الا اللہ یا اس کے علاوہ کوئی اور ذکر۔

حافظ بدرالدین العینی البدایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں :۔

قال مشائخنا التکبیر جھراً فی غیر ایام التشریق والاضحیٰ لا یسن الا بازاء العدو واللصوص وکذا فی الحریق والمخاوف کلھا۔[1]

ترجمہ۔ ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ ایام تشریق اور عیدالاضحیٰ کے سوا کہیں جہراً تکبیر نہیں سوائے دشمن اور چوروں کے مقابلہ میں۔ ہاں کہیں آگ لگ جائے یا کوئی خطرناک مواقع پیدا ہو جائیں تو بلند آواز سے اللہ اکبر کی آوازیں دی جا سکتی ہیں۔

ان مختلف توجیہات کو اگر اس حدیث میں جگہ نہ دی جائے تو پھر کھلے لفظوں میں اس حدیث کو منسوخ قرار دیا جائے گا۔ یہ حدیث اگر باقی رکھی جا سکتی ہے تو اسی صورت میں کہ چاروں فقہی مذاہب سے اس کا کوئی ٹکراؤ نہ رہے۔

علماء نے ذکر بالجہر کی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے

امداد الاحکام میں ہے:۔

صحیحین میں دوسری حدیث ابن عباسؓ کی اس حدیث کے لیے ناسخ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ ذکر اور تکبیر میں آواز بلند کرتے تھے اور حضورؐ نے ان کو اس سے منع فرمایا پس صورتِ موجودہ پر حدیث ابن عباسؓ سے استدلال ہرگز صحیح نہیں۔[1]

ذکر بالجہر کے عدم جواز پر چار سوالات

۱. جب ذکر بالجہر مطلقاً منع ہے تو جہاد کے موقع پر دشمنوں کے مقابل اللہ اکبر کے نعرے لگانا کیوں جائز ہے؟

[1] امداد الاحکام جلد ۱ صفحہ ۲۱۹

۲. ایامِ تشریق میں مسجدوں میں تکبیراتِ تشریق کیوں جہر سے کہی جاتی ہیں؟

۳. حج اور عمرہ کے احرام پر تلبیہ (لبیک پکارنا) بآوازِ بلند کیوں کہا جاتا ہے؟

۴. تراویح میں چار رکعت کے بعد تسبیح بذکر بالجہر کیا یہ جائز ہے؟

الجواب

① ذکر بالجہر مطلقاً منع نہیں کہ کہیں جائز نہ ہو. جہاد میں دشمن کے مقابلہ میں تکبیر بلند آواز سے کہنا شرع میں ثابت ہے۔ اس لیے جہاد میں دشمن کو مرعوب کرنے کے لیے ذکر بالجہر جائز ہوگا. نمازوں کے بعد بلا تعلیم اور بلا تشریق اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا. قرآن کریم میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ہر طرح کی تیاری کریں اپنی دھاک بٹھادیں اور اس سے مرعوب کر دیں اور یہ بھی حکم ہوا کہ مقابلے کے وقت کثرت سے ذکر کریں.

۱. اعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوکم. (پ الانفال ۶۰)

ترجمہ. اور تم ان کے مقابل تیار کرو جو قوت تم تیار کر سکتے ہو اور جتنے گھوڑے باندھ سکتے ہو ان کے دلوں میں دھاک بٹھادو جو اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں.

۲. اذا لقيتم فئة فاثبتوا واذكروا الله كثيرا. (پ الانفال ۴۵)

ترجمہ. جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو یاد کرو بہت.

لڑائی ایک چال ہے. الحرب خدعة. اگر جنگ میں بلند آواز سے نعرے لگیں اور اللہ کا ذکر پورے رعب سے ہو تو دشمنوں کے دل دہل جائیں گے. اس سے یہ جائز نہیں کیا جا سکتا کہ نمازوں کے

بدھی بلند آواز سے ذکر کریں پہلے زمانہ میں شکر والے صبح اور عشاء کے بعد زور سے تین بار اللہ اکبر کہتے تھے۔ امام مالکؒ نے اسے بھی بہیئت کذائی جائز قرار نہیں۔

حافظ جصاص رازی (ھ) کہتے ہیں ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ ایام تشریق اور عید الاضحیٰ

کے سوا کہیں جہراً تکبیر نہیں سوائے دشمن اور چوروں کے مقابلہ میں اور آگ لگنے اور دوسرے خطرناک مواقع کے

(۲) تکبیراتِ تشریق کے لیے کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں یہ خلاف قیاس نص سے ثابت ہیں اور خلافِ قیاس پر کسی دوسری صورت کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے عید الفطر کی رستے کی تکبیرات کو عید الاضحیٰ کی تکبیرات پر قیاس کیا ہے اور عید الاضحیٰ پر یہ جہر (بالتکبیرات) نص سے ثابت ہے۔ امام ابو حنیفہ رح یہاں بھی جہر کے قائل نہیں۔

امام ابن ہمام لکھتے ہیں :-

لان الجهر بالتكبير بدعة ولا خلاف فى الاقل فيجهر به فيما ثبت يقيناً و

الاكثر مختلف فيه فلا يتيقن بجوازه وكون الجهر بالتكبير بدعة متيقن ر

الاخذ بالمتيقن اولى وقال الله تعالىٰ واذكر ربك فى نفسك تضرعاً وخيفة

ودون الجهر ورای النبی اقواماً یرفعون اصواتهم عند الدعاء فقال انکم

لن تدعوا اصم ولا غائباً۔

ترجمہ۔

اونچی آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے، بہت مختصر کہنے میں اختلاف نہیں جہاں یقینی طور پر ثبوت ہے وہاں جہر کیا جا سکتا ہے زیادہ کہنے میں اختلاف ہے اس کے جواز کا یقین نہ کیا جائے تکبیر کا بلند آواز سے کہنا یقینی طور پر بدعت ہے اور متیقن چیز کو اختیار کرنا بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے تو یاد کر اپنے رب کو اپنے جی میں عاجز ہو کر اور آہستہ سے نہ کہ بلند آواز سے اور حضورؐ نے کچھ لوگوں کو دعا اونچی آواز سے کرتے سنا تو آپ نے کہا تم کسی بہرے کو نہیں پکارتے ہو نہ کسی غائب کو (جو اتنا اونچا بول رہے ہو)

(۳) حج اور عمرہ کا احرام باندھ کر انسان تلبیہ پکار کر محرم ہوتا ہے اور اس کے لیے حدیث میں نص موجود ہے سوا سے اس عام حکم پر کہ ذکر آہستہ آواز سے ہی ہونا چاہیئے قیاس نہیں کیا جا سکتا تلبیہ میں دوسرے کو اس کے محرم ہونے کی خبر ملتی ہے اور یہ بدون جہر نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہل ملبدًا یقول لبیک اللھم لبیک۔[1]

[1] صحیح مسلم جلد ا صـ ۳۷۶

ترجمہ:

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونچی آواز سے تلبیہ کہتے سنا آپ کہہ رہے تھے لبّیک اللھم لبّیک.

اس پر امام نووی لکھتے ہیں :-

قال العلماء الاھلال رفع الصوت بالتلبية عند الدخول فى الاحرام واصل الاھلال فى اللغة رفع الصوت اى صاح ومنه قوله تعالىٰ وما اھل به لغير الله اى رفع الصوت عند ذبحه بغير ذكر الله وسمى الھلال ھلالاً لرفعهم الصوت عند رؤيته.[2]

[2] شرح صحیح مسلم

ترجمہ:-

علماء کہتے ہیں اہلال احرام میں داخل ہوتے وقت اونچی آواز سے تلبیہ کہنے کا نام ہے لغت میں اونچی آواز نکالنے کو کہتے ہیں یوں بھی کہتے ہیں اس نے چیخ لگائی اس سے یہ ارشادِ باری ہے وما اھل بہ لغیر اللہ (اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا) یعنی اس پر ذبح کے لیے اونچی آواز سے اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا اور ہلال (پہلے چاند) کو بھی ہلال اس لیے کہتے ہیں کہ اسے دیکھتے ہی لوگ اونچی آواز سے اس کا اعلان کرتے ہیں۔

④ تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد بلند آواز سے تسبیحات کا ثبوت نہیں ملتا یہاں آواز جہر سے کچھ نیچے ہونی چاہیے۔

تسبیح مذکور باخفاء پڑھنا بہتر ہے جہر کرنا خصوصاً جہر مفرط کرنا نہ چاہیے امام بھی اخفاء پڑھے اور مقتدی بھی باخفاء پڑھیں۔ ۱

(فتاوٰی دارالعلوم دیوبند ج۴ ص ۲۲۳)(مطالعہ بریلویت ج۶ ص ۱۸۰)

نفلی نماز باجماعت پڑھنا

جس عبادت کو شریعت نے انفرادی طور پر مشروع فرمایا ہے اس کو اجتماعی طور پر کرنا بدعت ہے۔ مثلاً فرض نماز تو اجتماعی طور پر پڑھی جاتی ہے۔ اور شریعت کو ان کا اجتماعی طور پر ادا کرنا ہی مطلوب ہے۔ مگر نفلی نماز الگ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے نفلی نماز اجتماعی طور پر پڑھنے کو ہمارے فقہائے نے مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

وَلِذَا مَنَعُوْا عَنِ الْاِجْتِمَاعِ بِصَلٰوةِ الرَّغَائِبِ الَّتِیْ اَحْدَثَهَا بَعْضُ الْمُتَعَبِّدِیْنَ، لِاَنَّهَا لَمْ تُؤْثَرْ عَلٰی هٰذِهِ الْكَیْفِیَّةِ فِیْ تِلْكَ اللَّیَالِی الْمَخْصُوْصَةِ وَاِنْ كَانَتِ الصَّلٰوةُ خَیْرَ مَوْضُوْعٍ۔ (ردالمختار ص۲۳۵ ج۲)

ترجمہ:۔ اسی بنا پر فقہائے امت نے نماز "رغائب" کے لئے جمع ہونے سے منع کیا ہے. جو کہ بعض متعبدین نے ایجاد کی ہے. کیونکہ ان مخصوص راتوں میں اس کیفیت سے نماز پڑھنا منقول نہیں۔ اگرچہ نماز بذات خود خیر ہی خیر ہے۔ (ردالمختار ص ۲۳۵ ج ۲)

اسی سے شب برات. شب معراج اور شب قدر میں نمازوں کے لئے جمع ہونے اور ان کو اجتماعی شکل میں ادا کرنے کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

سنن اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا کرنا

شریعت کا حکم یہ ہے کہ جو عبادت اجتماعی طور پر ادا کی گئی ہے

اس کے بعد تو دعا اجتماعی طور پر کی جائے مگر جو عبادت الگ الگ ادا کی گئی ہو اس کے بعد

دعا بھی انفرادی طور پر ہونی چاہیے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے یہ منقول نہیں ہے کہ وہ سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہوں۔ اس لئے ہمارے لئے یہاں جو رواج ہے کہ لوگ سنتیں نفل پڑھنے کے بعد امام کے

انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد امام دعا کرتا ہے اور لوگ ــــ اس پر آمین کہتے ہیں یہ صحیح نہیں ــــ اگر اتفاقاً کسی بزرگ کی دعا میں شریک ہونے کے لئے ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت بنالینا بدعت ہے۔

نکاح میں کلمے پڑھانے کی رسم

نکاح مسلمان گواہوں کے سامنے عورت اور مرد کے ایجاب و قبول کا نام ہے. نکاح میں خطبہ پڑھنا سنت ہے. بریلویوں نے نکاح میں ایک تیسرے جزو کا بھی اضافہ کیا ہے اور وہ کلمے پڑھانا ہے. صحابہؓ و تابعینؒ کے دور میں یہ نہ تھا. بریلویوں نے اسے خواہ مخواہ سنت ٹھہرا رکھا ہے ان کے بڑے مولوی اسے صرف مباح کہتے ہیں کہ اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا.

ہم جواباً کہتے ہیں کہ آپ نے اس مباح کو جو نکاح کے وقت کے ساتھ جوڑا ہے اور لوگوں نے اسے ایک نیکی اور کارِ خیر سمجھا تو اب یہ کیسے مباح رہا. آپ نے اسے ایک ایسی ہیئت دی جو کہ کتاب و سنت میں کہیں نہیں پائی گئی. اب اس ہیئت کے ساتھ یہ عمل مطلق مباح نہ رہا. یہ وقت اور ہیئت کی تخصیص اسے دین کی صورت میں لے آئی اور ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ دین کا نہیں ہے اور نہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت موجود ہے سو اسے بدعت تسلیم کرنے سے چارہ نہیں.

قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے کو ناجائز سمجھنا

اس زمانے کی بدعات میں ایک بدعت جماعت کے لیے قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کی لازمی پابندی ہے۔ اہل بدعت کی مسجدوں میں امام کے مصلے پر آنے کے بعد تکبیر کے شروع میں اگر لوگ صف میں کھڑے ہونے لگیں تو انہیں روکا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑا ہونا جائز نہیں۔

نمازی جماعت کے لیے کس وقت کھڑے ہوں؟ اس کے لیے شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی کہ اس کے خلاف کرنا مکروہ ہو۔ ہاں آخری حد قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونا ہے اس سے زیادہ تاخیر مکروہ ہے۔

حضرت امام مالکؒ مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں درس دیتے تھے اور وہیں نماز پڑھتے تھے۔ ان کا زمانہ خلافتِ راشدہ سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہ تھا۔ ان کے دور میں مسجد نبوی میں کیا عمل تھا اسے آپ کی زبان سے سنیئے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

اما قیام الناس حین تقام الصلوٰۃ فانی لم اسمع فی قیام الناس بحد محدود الا انی ارٰی ذٰلک علیٰ طاقۃ الناس۔[1]

(موطا امام مالک ص ۲٦)

ترجمہ. نماز کھڑی ہو تو لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں نے اس میں کوئی حدِ معین کی روایت نہیں سُنی. میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگوں کی اپنی ہمت پر موقوف ہے.

یعنی جو جلدی کھڑا ہو سکے وہ جلدی کھڑا ہو جائے. جو کمزور ہو وہ ذرا دیر سے کھڑا ہو لے. مستحب یہ ہے کہ اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن تکبیر کہنے لگے ــــ مؤذن کے تکبیر شروع کرنے کے بعد بھی بیٹھا رہنا اور قد قامت الصلوٰۃ کا انتظار کرنا اس سے پہلے کھڑے ہونے کو ناجائز سمجھنا اس بدعت نے ان دنوں بعض مسجدوں میں عجیب حال پیدا کر رکھا ہے. حضرت امام مالکؒ خود تکبیر کے شروع میں کھڑے ہوتے تھے. حافظ ابن حزم اندلسیؒ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:۔

روی عن مالك انه يقوم فی اول الاقامة۔

ترجمہ . امام مالکؒ سے مروی ہے کہ آپ شروع اقامت میں کھڑے ہوتے تھے.

حضرت علامہ عینیؒ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:۔

قد اختلف الناس متیٰ یقوم الناس الی الصلوٰۃ فذھب مالكؒ وجمھور

العلماء الیٰ انه لیس لقیامھم حد ولكن استحب عامتھم القیام اذا

اخذ المؤذن فی اقامة

ترجمہ. سلف میں اس میں اختلاف رہا ہے کہ لوگ نماز کے لیے کب کھڑے ہوں۔ امام مالکؒ اور جمہور علماء کی رائے ہے کہ مقتدیوں کے کھڑا ہونے کے لیے شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی۔ تاہم مستحب یہ ہے کہ مؤذن جب اقامت شروع کرے تو لوگ کھڑے ہو جائیں۔

مسجد نبویؐ کے علمی وارث کی یہ شہادت آپ کے سامنے ہے اور جو اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے کو کہتے ہیں وہ بھی مستحب سے آگے نہیں بڑھتے اور یہ بریلوی ہیں جو قد قامت الصلاۃ پر کھڑے ہونے کو واجب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور جو پہلے کھڑا ہو جائے اس پر سخت نکیر کرتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کا عمل

عن ابن عمرؓ ان عمر ابن الخطاب کان یأمر رجالاً بتسویۃ الصفوف فاذا جاءوہ فاخبروہ بتسویتھا کبر بعد[۱]

ترجمہ. حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کو امر فرماتے کہ صفیں سیدھی کرائیں. جب وہ لوگ آ کر آپ کو اطلاع دیتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں تو پھر تکبیر کہتے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا عمل

آپؓ جب نماز کھڑی ہوتی تو کہتے ۔

فاعدلوا الصفوف وحاذوا بالمناکب فان اعتدال الصفوف من تمام الصلوٰۃ۔[۳]

ترجمہ: صفیں سیدھی کرو اور کندھے سے کندھا ملاؤ کیونکہ صفیں سیدھی کرنا بھی نماز کا عمل ہے۔

پھر لوگ آپ کو اطلاع دیتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں پھر آپ تکبیر کہتے۔ یہاں سوال اٹھتا ہے کہ مؤذن نے تکبیر کب کہی؟ اگر یہ تسویہ صفوف کی ساری محنت (لوگوں کو اس کی تحقیق کے لیے بھیجنا اور ان کا آپ کو آکر اطلاع دینا کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں) اس کے بعد کی گئی ہے تو تکبیر مؤذن اور امام کے نماز شروع کرنے کے مابین ایک لمبا وقفہ قائم ہوتا ہے جس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا اور امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ جب مؤذن تکبیر کہے تو امام تکبیر تحریمہ کہے ــــ وقفہ کہاں گیا؟ امام محمدؒ لکھتے ہیں:۔

فاذا اقام المؤذن الصلوٰۃ کبر الامام وھو قول ابی حنیفۃ[۱]

ترجمہ: سو جب مؤذن اقامت کہہ دے امام نماز شروع کر دے۔ امام ابو حنیفہؒ کا قول یہی ہے۔

(موطا امام محمد ص ۸۷)

حضرت امام محمدؒ لکھتے ہیں :۔

ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوٰۃ فیصفوا ویسوّوا الصفوف ویحاذوا بین المناکب۔[1]

(موطا امام محمد ص ۸۷)

ترجمہ۔ لوگوں کو چاہیئے جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوا کریں صفیں باندھ لیا کریں اور انہیں سیدھی بھی کرلیں اور کندھے سے کندھا ملائیں۔

یہاں اٹھ کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد بھی بیٹھے نہ رہیں اور امام نے تو تکبیر ختم ہوتے ہی تکبیر تحریمہ کہہ دینی ہوتی ہے۔ اس کے بعد کھڑے ہوں گے تو صفیں سیدھی کرنے اور کندھے سے کندھا ملانے کا وقت نہیں ملے گا تو نمازیوں کو اب کھڑا ہونے میں دیر نہ کرنی چاہیئے۔

فقہاء کرام نے اس عبارت پر کہ مؤذن جب حی علی الفلاح تک پہنچے تو مقتدیوں کو کھڑا ہو جانا چاہیئے کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ اس سے زیادہ تاخیر نہ ہو کہ حی علی الفلاح کے بعد بیٹھے رہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا ناجائز ہے۔ حضرت علامہ طحطاویؒ درمختار کی شرح میں لکھتے ہیں :۔

والظاھر انہ احتراز عن التاخیر لا من التقدیم حتی لو قام اول الاقامۃ لا بأس وجاز۔[2]

[2] طحطاوی علی الدر المختار جلد ۱ ص ۲۱۵

ترجمہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آپ نے یہاں تاخیر سے بیٹھنے کا کہا ہے (کہ حی علی الفلاح کے بعد بیٹھا نہ رہے) تقدیم سے بیٹھنے کا نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا ناجائز ہو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اقامت کے شروع میں ہی کھڑا ہو گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ پہلے کھڑا ہونا جائز ہے (ہاں تاخیر درست نہیں) بریلویوں کو ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوٰۃ سے یہ مغالطہ ہوا ہے کہ وہ (مقتدی) اس سے پہلے کھڑے نہ ہوں۔ حالانکہ اس عبارت کا مطلب وہ ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ـــــ شرح وقایہ کی عبارت کا بھی مطلب یہی ہے اور اگر اس کے ظاہر پر بھی عمل ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ایک عمل مندوب ہوگا اور ظاہر ہے کہ امر مندوب پر اصرار نہیں ہوتا اور جب اس پر اصرار ہونے لگے تو اسے چھوڑنا ضروری ہو جاتا ہے۔

افضل التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ (۹۳ھ) کا فیصلہ بھی سُن لیں:۔

عن سعید بن المسیب قال اذا قال المؤذن اللہ اکبر وجب القیام و اذا قال حی علی الصلوٰۃ عدلت الصفوف و اذا قال لا الٰہ الا اللہ کبّر الامام۔ ؎

ترجمہ۔ حضرت سعید بن المسیبؒ سے مروی ہے کہ مؤذن جب تکبیر شروع کرے تو

مقتدی کے لیے کھڑا ہونا واجب ہوجاتا ہے جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے توصفیں سیدھی کرلی جائیں اور جب مؤذن لا الٰہ الا اللہ کہے تو امام نماز شروع کردے۔

حضرت علامہ عینیؒ ا سے تابعی جلیل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۱۰۰ھ) سے بھی اسی طرح نقل کرتے ہیں۔[1]

یہ ان اکابر کا فیصلہ ہے اسے یکسر غلط قرار دینا اور قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے کو ناجائز کہنا یہ بدعت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ اسے مستحب بھی مانا جائے تو ترکِ مستحب سے اس کا مکروہ ہونا لازم نہیں آتا۔ جب یہ مکروہ نہیں تو اس پر بریلویوں کی یہ نکیر کیوں ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں:

ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ۔[2]

ترجمہ: مستحب کے ترک سے کسی کام کا مکروہ ہونا لازم نہیں آجاتا۔

---

[1] عینی علی البخاری جلد ۵ صفحہ ۱۵۳ [2] رد المحتار علامہ شامی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱

امرِ مندوب پر اصرار جائز نہیں۔ اگر اس پر ایسا اصرار ہو جو اس کے واجب ہونے کا شبہ پیدا کرے تو اس کا ترک ضروری ہوجاتا ہے۔ شریعت نے مقتدی کے کھڑا ہونے کو امام کے دیکھنے سے وابستہ کیا ہے مؤذن کی تکبیر سے نہیں اور اس کے لیے حضورؐ کا یہ فرمان کافی و وافی ہے:-

لا تقوموا حتی ترونی وعلیکم بالسکینۃ۔[3]

---

[3] صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۴

ترجمہ: تم جماعت کے لیے اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو اور کھڑے ہونے میں (ہجوم نہ کرو) سکون و اطمینان سے کھڑے ہوا کرو۔

سو اب نماز کے لیے کھڑا ہونے کو تکبیر مؤذن کے ماتحت قرار دینا اور اس پر اتنا اصرار کرنا کہ اگر کوئی پہلے کھڑا ہو جائے اس پر نکیر عام کرنا اور اصرار کرنا یہ ہرگز امور شرع میں سے نہیں۔

مکّہ و مدینہ کے ائمہ کے پیچھے نمازیں نہ پڑھنا

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وہ جگہیں ہیں جہاں ایک نماز لاکھ نمازوں کے برابر اور مسجد نبوی کی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کا ثواب رکھتی ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں دو دین (اسلام اور کفر) رہ سکتے ہیں مگر سرزمین حجاز میں دو دین نہیں رہ سکتے۔ وہاں ایک ہی دین (اسلام) رہے گا۔ حضرت امام محمد (۱۸۹ھ) لکھتے ہیں :-

قیامت کے قریب دجال بھی وہاں داخل ہونا چاہیے تو نہ ہو سکے گا۔ مدینہ کی سرحدوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے۔

مگر افسوس بریلوی احترام حرمین کے قائل نہیں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کفر پھر مکہ اور مدینہ میں داخل ہو چکا ہے. حج پر جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کافر ہیں.

گیارھویں کی رسم: ہر قمری مہینے کی گیارھویں رات کو حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ المشائخ شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ کے نام پر جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ "گیارھویں شریف" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سلسلہ میں چند امور لائق توجہ ہی۔

اوّل: گیارھویں شریف کا رواج کب سے شروع ہوا؟ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّدنا شاہ عبد القادر جیلانیؒ

(نور اللہ مرقدہ) جن کے نام کی گیارھویں دی جاتی ہے، ان کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی اور نوے سال کی عمر میں ان کا وصال ۵۶۱ھ میں ہوا. ظاہر ہے کہ گیارھویں کا رواج ان کے وصال کے بعد ہی کسی وقت شروع ہوا ہو گا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ و تابعین۔ ائمہ دین خصوصاً امام ابو حنیفہؒ اور خود حضرات پیران پیرؒ اپنی گیارھویں نہیں دیتے ہوں گے؟

اب آپ کے وصال بعد گیارہویں کی یہ رسم کب جاری ہوئی اس کی تاریخی تحقیق نہائیت ضروری ہے دسویں صدی کے

مجدد حضرت ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) گیارہویں صدی کے مجدد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (۱۰۳۵ھ) پھر آپ کے معاصر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) بلکہ ان سے آگے آنے والے عمدہ مشائخ نقشبندیہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ (۱۲۲۵ھ) اور خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) ان بزرگوں میں سے کوئی بزرگ اس کا ذکر نہیں کرتا ـــــ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تیرہویں صدی کے نصف اول تک اہل السنۃ والجماعۃ میں گیارہویں کے نام سے کوئی دینی تقریب یا مذہبی رسم قائم نہ ہوئی تھی۔

ہندوستان سے باہر عراق (جہاں حضرت سرکار بغداد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مزار ہے) اور مصر و شام بلکہ ملائیشیا اور انڈونیشیا تک کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ کسی مسجد یا مدرسہ یا کسی قبرستان میں کوئی تقریب اس نام سے کی گئی ہو اگر کوئی دوست اس پر کوئی مستند حوالہ پیش کر دے تو ہم اس کے بہت ممنون ہوں گے۔

اب آپ خود ہی فیصلہ فرماسکتے ہیں کہ جس عمل سے اسلام کی کم از کم چھ صدیاں خالی ہوں کیا اسے اسلام کا جز تصور کرنا اور اسے ایک اہم ترین عبادت کا درجہ دے ڈالنا صحیح ہوگا؟ اور آپ اس بات پر بھی غور فرماسکتے ہیں کہ جو لوگ گیارہویں نہیں دیتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ وتابعینؒ امام ابوحنیفہؒ اور خود حضرت غوث پاک کے نقش قدم پر چل رہے ہیں یا وہ لوگ جو ان اکابر کے عمل کے خلاف کر رہے ہیں؟

دوم: اگر گیارہویں دینے سے حضرت غوث اعظمؒ کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو بلاشبہ یہ مقصد بہت ہی مبارک ہے، لیکن جس طرح یہ ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس میں چند خرابیاں ہیں۔

ایک یہ کہ ثواب تو جب بھی پہنچایا جائے، پہنچ جاتا ہے۔ شریعت نے اس کے لئے کوئی دن اور وقت مقرر نہیں فرمایا، مگر یہ حضرات گیارہویں رات کی پابندی کو کچھ ایسا ضروری سمجھتے ہیں گویا خدائی شریعت ہے ـــــ اور اگر اس کے بجائے کسی اور دن ایصال ثواب کرنے کو کہا جائے تو یہ حضرات اس پر کسی طرح راضی نہیں ہوں گے۔ ان کے اس طرز عمل معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایصال ثواب مقصود نہیں، بلکہ ان کے نزدیک یہ ایک ایسی عبادت ہے جو صرف اسی تاریخ کو ادا کی جاسکتی ہے۔ الغرض

صال ثواب کے لئے گیارہویں تاریخ کا التزام کرنا ایک فضول حرکت ہے۔ جس کی ریعت میں کوئی اصل نہیں۔ اور اسی کو ضروری سمجھ لینا خدا و رسول کے مقابلے میں یا اپنی شریعت بنانا ہے۔

دوسرے، گیارہویں میں اس بات کا خصوصیت سے اہتمام کیا جاتا ہے کہ کھیر ہی پکائی جائے حالانکہ اگر ایصال ثواب مقصود ہوتا تو اتنی رقم بھی صدقہ کی جاسکتی تھی۔ اور اتنی مالیت کا غلہ یا کپڑا کسی مسکین کو چپکے سے اس طرح دیا جاسکتا تھا کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوتی۔ اور یہ عمل نمود و نمائش اور ریا سے پاک ہونے کی وجہ سے مقبول بارگاہ خداوندی بھی ہوتا. کھیر پکانے یا کھانا پکانے ہی کو ایصال ثواب کے لئے ضروری سمجھنا اور یہ خیال کرنا کہ اس کے بغیر ایصال ثواب ہی نہیں ہوگا۔ یہ بھی مستقل شریعت سازی ہے۔

تیسرے، ثواب تو صرف اتنے کھانے کا ملے گا، جو فقراء و مساکین کو کھلا دیا جائے، مگر گیارہویں شریف پکا کر لوگ زیادہ تر خود ہی کھاپی لیتے ہیں یا اپنے عزیز و اقارب و احباب کو کھلا دیتے ہیں، فقراء و مساکین کا حصہ اس میں بہت ہی کم ہوتا ہے، اس کے باوجود یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جتنا کھانا پکایا گیا پورے کا ثواب حضرت پیران پیر" کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ بھی قاعدہ شرعیہ کے خلاف ہے، کیونکہ شرعاً ثواب تو اس چیز کا ملتا ہے جو بطور صدقہ کسی کو دے دی جائے۔ صرف کھانا پکانا تو کوئی ثواب نہیں۔

چوتھے، بہت سے لوگ گیارہویں کے کھانے کو تبرک سمجھتے ہیں، حالانکہ ابھی معلوم ہوچکا کہ جو کھانا خود کھالیا گیا وہ صدقہ ہی نہیں۔ اور نہ حضرت پیران پیرؒ کے ایصال ثواب سے اس کو کچھ تعلق ہے اور کھانے کا جو حصہ صدقہ کر دیا گیا اس کا ثواب بلاشبہ پہنچے گا لیکن صدقہ کو تو حدیث پاک میں "اَوْسَاخُ النَّاسِ" (لوگوں کا میل کچیل" فرمایا گیا ہے، اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل کے لئے صدقہ جائز نہیں۔ پس جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "میل کچیل" فرمارہے

ہوں اس کو "تبرک" سمجھنا، اور بڑے بڑے مالداروں کا اس کو شوق سے کھانا اور کھلانا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف نہیں؟ اور پھر اس پر بھی غور فرمایئے کہ ایصال ثواب کے لئے اگر غلہ یا کپڑا دیا جائے کیا اس کو بھی کسی نے کبھی "تبرک" سمجھا ہے؟ تو آخر گیارہویں تاریخ کو دیا گیا کھانا کس اصول شرعی سے

تبرک بن جاتا ہے؟

پانچویں، بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گیارہویں نہ دینے سے ان کے جان و مال کا (خدانخواستہ) نقصان ہوجاتا ہے، یا مال میں بے برکتی ہوجاتی ہے، گویا نماز، روزہ حج زکوۃ جیسے قطعی فرائض میں کوتاہی کرنے سے کچھ نہیں بگڑتا، مگر گیارہویں شریف میں ذرا کوتاہی ہوجائے تو جان و مال کے لالے پڑجاتے ہیں۔ اب

آپ ہی انصاف کیجئے کہ ایک ایسی چیز جس کا شرع شریف میں اور امام ابو حنیفہ ؒ کی فقہ میں کوئی ثبوت نہ ہو جب اس کا التزام فرائض شرعیہ سے بھی بڑھ جائے اور اس کے ساتھ ایسا اعتقاد جم جائے کہ خدا تعالیٰ کے مقررہ کردہ فرائض کے ساتھ ایسا اعتقاد نہ ہو تو اس کے مستقل شریعت ہونے میں کوئی شبہ رہ جاتا ہے؟

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ط

اور پھر اس پر بھی غور فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام ؓ، تابعین عظام ؒ، ائمہ مجتہدین، اور بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ میں سے کسی کے بارے میں مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ اگر ان اکابر کے لئے ایصال ثواب نہ کیا جائے تو جان و مال کا نقصان ہو جاتا ہے، میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر حضرت پیران پیر ؒ کی گیارہویں نہ دینے ہی سے کیوں جان و مال کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ ہمارے ان بھائیوں نے اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیا ہوتا تو ان کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ وہ اپنے اس غلو سے حضرت پیران پیر ؒ کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

سوم: ممکن ہے عام لوگ ایصال ثواب کی نیت ہی سے گیارہویں دیتے ہوں، مگر ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ گیارہویں حضرت پیران پیرؒ کے ایصال ثواب کے لئے نہیں دیتے ـــــ ایک بزرگ نے اپنے علاقے کے گوالوں کو ایک دفعہ وعظ کہا کہ دیکھو بھئی! گیارہویں شریف تو خیر دیا کرو، مگر نیت یوں کیا کرو کہ ہم یہ چیز خدا تعالیٰ کے نام پر صدقہ کرتے ہیں اور اس کا جو ثواب ہمیں ملے گا وہ حضرت پیران پیرؒ کی روح فتوح کو پہنچانا چاہتے ہیں، اس تلقین کا جواب ان کی طرف سے یہ تھا کہ

"مولوی جی! خدا تعالیٰ کے نام کی چیز تو ہم نے پرسوں دی تھی، یہ خدا کے نام کی نہیں، بلکہ حضرت پیران پیر کے نام کی ہے"۔

ان کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گیارہویں، حضرت شیخؒ کے ایصال ثواب کے لئے نہیں دے رہے۔ بلکہ جس طرح صدقہ و خیرات کے ذریعہ حق تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے اسی طرح وہ خود گیارہویں شریف کو حضرتؒ کے دربار میں پیش کرکے آپ کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور یہی راز ہے کہ وہ لوگ گیارہویں دینے نہ دینے کو مال و جان کی برکت اور بے برکتی میں دخیل سمجھتے ہیں۔ یہ حضرات اپنی بے سمجھی کی وجہ سے بڑے خطرناک عقیدے میں گرفتار ہیں،

چہارم: جن لوگوں نے حضرت غوث اعظمؒ کی غنیۃ الطالبین اور آپ کے مواعظ شریفہ (فتوح الغیب) وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت شیخؒ امام احمد بن حنبلؒ کے پیرو تھے۔ گویا آپ کا فقہی مسلک ٹھیک وہی تھا جو آج سعودی حضرات کا ہے جن کو لوگ "نجدی اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں، حضرت شیخؒ اور ان کے مقتدا حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جو شخص نماز کا تارک ہو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ اگر حضرت غوث اعظمؒ آج دنیا میں ہوتے تو ان لوگوں کو جو نماز روزہ کے تارک ہیں، مگر التزام سے گیارھویں دیتے ہیں، شائد اپنے فقہی مسلک کی بناء پر مسلمان بھی نہ سمجھتے، اور یہ حضرات، نجدیوں کی طرح، حضرت شیخؒ پر "وہابی" ہونے کا فتویٰ دیتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت پیران پیرؒ یا دوسرے اکابر کے لئے ایصالِ ثواب کرنا سعادت مندی ہے مگر گیارھویں شریف کے نام سے جو کچھ کیا جاتا ہے وہ مذکورہ بالا وجوہ سے صحیح نہیں بغیر تخصیص وقت کے جو کچھ میسر آئے اس کا صدقہ کر کے بزرگوں کو ایصال ثواب کیا جائے۔

صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنا

متکلمین اسلام نے صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے کو بدعت قرار دیا ہے، اس لئے جو لوگ صحابہ کرامؓ پر تنقید کریں وہ بدعتی شمار ہوں گے، ساتویں صدی ہجری کے مشہور متکلم علاّمہ ابو شکور السالمیؒ لکھتے ہیں:

الکلام فی البدعۃ علی خمسۃ اوجہ
(۱) الکلام فی اللہ (۲) والکلام فی کلام اللہ (۳) والکلام فی قدرۃ اللہ (۴) والکلام فی عبید اللہ (۵) والکلام فی اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم [۲]

ترجمہ: بدعت پانچ وجوہ سے قائم ہوتی ہے (۱) اللہ کی ذات کے بارے میں بات چلانا (۲) قرآن میں اپنی بات چلانا (۳) اللہ کی قدرت میں کلام کرنا (۴) اللہ کے پیغمبروں پر تنقید کرنا (۵) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر لب کشائی کرنا۔

کان القرآن امام رسول اللہ وکان رسول اللہ اماما لاصحابہ وکان اصحابہ ائمۃ لمن بعدھم

ترجمہ: قرآن کریم حضورؐ کا امام تھا حضورؐ اپنے صحابہ کے لیے امام تھے اور آپ کے صحابہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے امام ہوں گے۔

[۲] کتاب التمہید ص ۱۸۹

بارہ ربیع الاول کی محفل میلاد کے ممنوع ہونے کی وجوہات

-1 تداعی اور اہتمام پایا جاتا ہے یعنی لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور بلایا جاتا ہے اور تقریب کے لئے اہتمام کیا جاتا ہے جو کسی مباح یا مستحب کام کے لئے منع ہے۔

-2 باوجودیکہ محفل میلاد کا سبب اور داعی موجود تھا خیرالقرون میں یہ مجالس منقول نہیں لہذا خیرالقرون کے عمل کے مخالف ہے۔

-3 خواص کے کسی فعل مباح سے اگر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص کو بھی اس کے ترک کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

-4 عام طور سے دیگر مجالس میلاد سراسر منکر پر مشتمل ہیں۔ ان کے کرنے والے اپنی اور صحیح لوگوں کی مجلس کے فرق پر تو نظر نہیں کرتے البتہ اس سے اپنے لئے تائید حاصل کرتے ہیں۔ تو ان صحیح لوگوں کی محفل دوسرے لوگوں کی گمراہی اور اغوا کا سبب بنی۔

عشرہ محرم میں مجلس شہادت کے عدم جواز کی وجوہات

-1 شیعوں' رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

-2 حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بہت سے صحابہ اور تابعین دنیا میں

موجود تھے یعنی وہ خیرالقرون کا دور تھا۔ لیکن اس حادثہ فاجعہ کے باوجود خیرالقرون میں ایسی کوئی مجلس نہیں ہوتی تھی۔

3- تداعی اور اہتمام پایا جاتا ہے۔

گیارھویں کی محفل کی ممانعت کی وجوہات

1- تداعی و اہتمام پایا جاتا ہے۔

2- بدعتیوں کا شعار ہے۔ اگر بدعتیوں کی قائم کردہ محفل ہے تب بھی شرکت منع ہے اور اگر اپنی محفل منعقد کریں تو بدعتیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

عرس کی ممانعت کی وجوہات

1- تداعی و اہتمام ہوتا ہے۔

2- خیرالقرون کے عمل کے خلاف ہے۔

3- صحیح لوگوں کے اس عمل سے گمراہ اور بدعتی لوگ اپنے لئے تائید حاصل کریں گے۔

مذکورہ بالا دنوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا پکا کر تقسیم کرنا اور اس کا ثواب رسول اللہ ﷺ یا شہدائے کربلا یا بزرگوں کو پہنچانا

جب یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے نام پر پکایا اور تقسیم کرنے میں محض ایصال ثواب مقصود ہے تو وہ کھانا تو حرام نہیں ہے لیکن اس عمل سے بھی پرہیز لازم ہے کیونکہ:

1- شریعت نے تو کسی دن کی تخصیص نہیں کی لیکن ہم نے شریعت کے برخلاف اپنی طرف سے عملی تخصیص کرلی۔

2- خیرالقرون کے عمل کے خلاف ہے۔

3- بدعتیوں اور گمراہوں اور جاہلوں کے غلط عمل کو تائید فراہم ہوتی ہے اور ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

عمل میں کفار کے ساتھ مشابہت بدعت ہے

1- کھانے پر فاتحہ یا ختم پڑھنا' یہ بدعت ہے کیونکہ اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔

2- ہر سال روز وفات میں ایصال ثواب کرنا اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔

3- سوئم (یعنی تیجہ یا قل) بھی بدعت ہے اس میں بھی ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔

کسی مشروع کام کو غیر مشروع طریقے پر ادا کرنا

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود مستحب ہے لیکن غیر مشروع طریقے سے اس کو ادا کرنا بدعت ہے مثلاً" جو لوگ اکٹھے ہوں وہ اس بات کا التزام اور اہتمام کریں کہ وہ

سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے خواہ کسی کو اپنا امیر بنا کر یا کسی کو امیر بنائے بغیر اور خواہ آواز سے (یعنی جہرا) ہو یا بغیر آواز کے (یعنی سرا) ہو۔

1- موجودہ دور میں بہت سی مجالس ذکر اور مجالس درود شریف میں یہ خرابی پائی جاتی ہے۔

2- بدعتی لوگ نماز کے بعد بلند آواز سے یک آواز ہو کر ایک ہی ذکر کرتے ہیں

اور درود شریف پڑھتے ہیں اس میں عدم جواز کی اور وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک وجہ یہ بھی ہے۔

3- شعبان کی پندرہویں شب کو قبرستان جانا مشروع ہے لیکن اس کے لئے لوگ اکٹھے ہو کر جائیں یہ بدعت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خاص اسی غرض سے پہلے لوگ اکٹھے ہوں یا ان کو اکٹھا کیا جائے پھر وہ اکٹھے قبرستان جائیں یہ بدعت ہے۔

4- قرآن پاک کو سننا بھی مشروع اور مسنون عبادت ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور ذکر اور درود شریف کو بھی عملی طور پر یہی حیثیت دینا اور اہتمام کرنا کہ ایک شخص آواز سے درود شریف پڑھے اور باقی مجلس اس کو سنے یہ بھی بدعت ہے۔

تنبیہہ :- کسی جائز وجہ سے اگر لوگ جمع ہوں مثلاً فرض نماز کیلئے مسجد میں جمع ہوں یا تعلیم کے لئے طلبہ جمع ہوں یا گھر کے افراد جمع ہوں اور وہ مل کر ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کریں تو یہ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ الگ الگ کمروں میں پڑھیں تاکہ خاص قرآن خوانی کی غرض سے لوگوں کو جمع کرنے والوں کی ظاہری صورت میں بھی تائید نہ ہو۔ ٥

مباح یا مستحب عمل کو واجب یا سنت مؤکدہ اعتقاد کرنا بدعت ہے

1- جن نمازوں میں کسی خاص سورت کا پڑھنا منقول نہیں اور کسی بھی سورت کو پڑھنا مباح ہے یا جن میں کسی خاص سورت کا پڑھنا منقول ہے مثلاً جمعہ میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھنا مستحب ہے تو ان میں کسی خاص سورت کے پڑھنے کو لازم سمجھنا یا ہمیشہ اسی سورت کو پڑھنا کہ اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو کہیں واجب ہی اعتقاد نہ کرنے لگیں تو یہ بدعت ہے۔

2- عیدین کے دن معانقہ کو واجب اور ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ اگر کوئی عید کے دن معانقہ کو شرعی طور سے واجب نہ سمجھے لیکن ایک معاشرتی رسم کے طور پر کرے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ ہمارے ہر ہر عمل کی کوئی نہ کوئی شرعی حیثیت ہوتی ہے۔ اور شریعت میں معانقہ کا موقع کچھ عرصہ بعد ملاقات کے وقت ہے لہٰذا عید کے دن جو معانقہ رسم کے طور پر ہوتا ہے وہ شریعت کی

رو سے بے موقع ہے لہٰذا جائز نہیں۔

توسل اور دعاء

اس کی تین صورتیں ہیں۔

وسیلہ کی پہلی صورت:- یعنی اللہ تعالیٰ سے اس طرح سے دعا مانگنا کہ اے اللہ اپنے نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرمایا بحق فلاں میری دعا قبول فرما۔

یہ صورت جائز ہے اور اس میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

مسئلہ:- یہ عقیدہ رکھنا کہ جو دعا وسیلہ کے بغیر کی جائے وہ قبول نہیں ہوتی باطل ہے۔

مسئلہ:- یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء اور اولیاء کے وسیلے سے جو دعا کی جائے اللہ تعالیٰ پر اس کا ماننا اور قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ یہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے نیک بندوں کا اپنے اوپر حق بتایا ہے اور اسی حق کا دعا میں واسطہ دینا جائز ہے۔ یہ حق محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے مجبور ہوں۔

وسیلہ کی دوسری صورت :- یہ سمجھنا کہ ہم لوگوں کی رسائی خدا تعالیٰ کے دربار تک نہیں ہوسکتی اس لئے ہمیں جو درخواست کرنی ہو اس کے مقبول بندوں کے سامنے پیش کریں اور جو مانگنا ہوں ان سے مانگیں اور یہ بزرگ اس قدرت سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے ہماری مرادیں پوری کرسکتے ہیں۔ یہ صورت بالکل ناجائز ہے اور شرک ہے۔

وسیلہ کی تیسری صورت :- براہ راست بزرگوں سے اپنی حاجت تو نہ مانگیں البتہ ان کی خدمت میں یہ گزارش کی جائے کہ وہ حق تعالیٰ کے دربار میں ہماری حاجت پوری ہونے کی دعا فرمائیں۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ زندہ بزرگوں سے ایسی درخواست کرنا جائز ہے لیکن جو بزرگ وفات پاچکے ہوں ان کی قبر پر جاکر ایسی درخواست کرنا مشتبہ سی چیز ہے کیونکہ صحابہ و تابعین سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوکر آپ سے دعا اور شفاعت کے لئے درخواست کرنا جائز ہے۔

سماع

صوفیاء کے ہاں جو سماع کا تذکرہ ملتا ہے تو وہ اس وقت جائز ہے جب اس میں یہ شرائط ملحوظ ہوں۔

-1 گانے بجانے کے کسی قسم کے آلات کا استعمال نہ ہو۔

-2 سامع یعنی سننے والا نفس پرست نہ ہو بلکہ متقی اور پرہیزگار ہو اور اس کا مقصد لطف اندوزی نہ ہو بلکہ علاج ہو یعنی اس کو اللہ کے ذکر میں نشاط نہ پیدا ہوتا ہو اور اس کی طبیعت نہ کھلتی ہو تو اس غرض سے طبیعت کو ابھارنے کے لئے کچھ اشعار سن لے۔

-3 پڑھنے والا بھی مخلص ہو اور متقی دیندار ہو۔

-4 جو لوگ موجود ہوں وہ سب راہ سلوک کے راہی ہوں ان میں کوئی فاسق دنیادار نہ ہو کوئی امرد نہ ہو اور کوئی عورت نہ ہو۔

جب ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ سماع جائز نہ ہوگا اور آج کل عرسوں پر سماع کے نام سے جو کچھ ہوتا ہے اس میں تو ایک شرط بھی موجود نہیں ہوتی۔ اس لئے آج کل کی قوالیاں اور محفل سماع سب حرام ہیں۔

بدعات القبور

قبروں پر دھوم سے میلہ کرنا، کثرت سے چراغ جلانا، عورتوں کا وہاں جانا چادریں ڈالنا، پختہ بنانا، بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا، قبروں کو بوسہ دینا، یا طواف و سجدہ کرنا، دین و دنیا کے ضروری کاروبار حرج کرکے درگاہوں کی زیارت کے لئے سفر و اہتمام کرنا، وہاں گانا بجانا، اونچی اونچی قبریں بنانا، ان کو منقش بنانا، ان پر پھول ہار ڈالنا، اس کی طرف نماز پڑھنا، اس پر عمارت بنانا، پتھر وغیرہ لکھ کر وہاں لگانا، چادر شامیانہ، نقارہ، کھانا، مٹھائی وغیرہ چڑھانا، عرس کرنا یا عرسوں میں شریک ہونا۔

سلہ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لاتجعلوا قبری وثنا بعدی ۱۲ مشکوۃ (تعلیم الدین ص ۳۱)

بدعات الرسوم

تیجا، چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا، باوجود ضرورت کے عورت کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھنا، نکاح، ختنہ، بسم اللہ وغیرہ میں اگرچہ وسعت بھی نہ ہو مگر ساری خاندانی رسمیں بجالانا خصوصاً ناچ رنگ وغیرہ

سلہ واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا الآیہ ۱۲

کرنا، ہولی یا دیوالی کی رسمیں کرنا، مرد کا مسّی، مہندی، سرخ کپڑے یا کثرت سے انگوٹھیاں چھلے پہننا، سلام کی جگہ بندگی، کورنش وغیرہ کہنا، دیور، جیٹھ پھوپھی زاد، خالہ زاد بھائی کے رو برو بے محابا عورت کا آنا، گگرا دریا سے گاتے بجاتے لانا، راگ باجا سننا، بالخصوص اس کو عبادت سمجھنا، نسب پر فخر کرنا، یا کسی بزرگ کے منسوب ہونے کو کافی سمجھنا، سلام کو بے ادبی سمجھنا، یا خط میں بعد ادائے آداب دعبودیت لکھنا، کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا، شادیوں میں فضول خرچی اور خرافات باتیں ہندوؤں کی رسمیں کرنا، دُولھا کو خلاف شرع پوشاک پہنانا، آتشبازی ٹٹیاں وغیرہ کا سامان کرنا، فضول آرائش کرنا، بہت سی روشنی مشعلیں لے جانا، دولھا کا گھر کے اندر عورتوں کے درمیان جانا، چوتھی کھیلنا، مہر زیادہ مقرر کرنا، کنگنا، سہرا باندھنا، غمی میں چلا کر رونا، منہ اور سینہ پیٹنا، بیان کر رونا، استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا، برس روز تک یا کم و

وبیش اس گھر میں اچار نہ پڑنا، کوئی خوشی کی تقریب نہ ہونا، مخصوص تاریخوں میں پھر غم کا تازہ کرنا، حد سے زیادہ زیب و زینت میں مشغول ہونا، سادی وضع کو معیوب جاننا مکان میں تصویریں لگانا، مرد کو لباس ریشمی استعمال کرنا، خاصدان، عطردان وغیرہ چاندی سونے کے استعمال کرنا، عورت کو بہت باریک کپڑا پہننا، یا بجتا زیور پہننا، کفار

کی وضع اختیار کرنا، میلوں میں جانا، دھوتی، لہنگا پہننا، لڑکوں کو زیور پہنانا، ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا یا چڑھانا، شیطان کی کھڈی یا چندیا کھلوانا، مونچھ بڑھانا، ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا، مردوں عورتوں کی اور عورتوں کا مردوں کی وضع اختیار کرنا، محض زیب وزینت کے لئے دیوارگیری، چھت گیری لگانا، سیاہ خضاب، شگون ٹوٹکہ کرنا، کسی چیز کو منحوس سمجھنا، خدائی رات کرنا، بدن گودنا، سفید بال نوچنا، شہوت سے گلے لگنا یا ہاتھ ملانا، کسم زعفران کا کپڑا مرد کو پہننا، شطرنج گنجفہ وغیرہ کھیلنا، خلاف شرع جھاڑ پھونک کرنا اور اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں بطور نمونہ کے چند امور کا بیان کر دیا ہے۔ اوروں کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

۲/ تاریخ کا چاند دیکھنا

بعض لوگ تیسرا چاند یعنی دو تاریخ کے چاند کو دیکھنا منحوس تصوّر کرتے ہیں حالانکہ:

اسلام میں نحس کا کوئی تصور نہیں، چاند اللہ تعالی کی ایک مخلوق ہے، اور اس

کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، نیز اس کے طلوع سے بہت سے احکام متعلق ہیں، چاند خواہ دوسری تاریخ کا ہو یا چودہویں کا، یا آخری تاریخ کا، وہ ایک ہی شئ ہے، یہ کیوں کر ممکن ہے کہ کوئی شئ ایک دن نحس کا باعث ہو جائے، اور دوسرے دن نہ ہو؟ اس لئے اس کی کوئی اصل نہیں، حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پرندہ اور صفر وغیرہ کو منحوس سمجھنے کی کوئی حقیقت نہیں" (۱) چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں جن جن چیزوں کو لوگوں منحوس سمجھتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان تمام چیزوں سے نحس کی نفی فرمائی۔

(۱) "عن أبي هريرة ﷺ عن النبي ﷺ قال: لا عدوى و لا طيرة، و لا هامة و لا صفر" (صحيح البخاری، حدیث نمبر: ۵۷۵۷، باب لا هامة و لا صفر، كتاب الطب، نیز دیکھئے صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۲۰) محشی۔

بلی آڑے آ گئی

بعض لوگوں کے سامنے سے اگر بلّی گزر جائے تو وہ اس کو منحوس سمجھتے ہیں اور اگر سفر پر جا رہے ہوں تو سفر کا ارادہ ترک کر دیتے ہیں۔

یہ عمل قطعاً غلط اور نا درست ہے، اسلام کسی جانور یا کسی شی میں نحس کا قائل

نہیں، یہ مشرکانہ توہمات ہیں، اس لئے ایسی باتوں سے بچنا چاہئے، حضرت حکیم بن معاویہ ﷛
سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

" لاشؤم وقد يكون اليمن في الدار والمرأة
والفرس " (٢)

(٢) الجامع للترمذی ،حدیث نمبر:٢٨٢٤،٥/١٢٧،عن حکيم بن معاوية ﷛ ، باب ما جاء فی الشؤم ، كتاب الأدب ۔

"نحس کسی چیز میں نہیں البتہ بعض اوقات گھر میں عورت میں اور گھوڑے میں برکت ہوتی ہے"۔

ختنہ کے اکیس دن بعد غسل دینا

ختنہ کے بعد نہلانے کے لئے کوئی دن متعین کرنا حدیث میں نہیں آیا ہے،
ایسا کوئی حکم شریعت میں درست نہیں۔ جب ضرورت محسوس ہو نہلایا جاسکتا ہے، اپنی طرف سے کوئی دن متعین کرنا شریعت کی روح کے خلاف ہے، اس سے اجتناب کریں۔

امام ضامن باندھنا؟

بعض لوگ شادی بیاہ یا سفر کے دوران بائیں بازو پر امام ضامن باندھتے ہیں۔ جو ہرے کپڑے یا زریں فیتے کا ہوتا ہے، جس میں ۳۵/۵ روپیہ سکہ کی شکل میں باندھتے ہیں یہ ایک مشرکانہ عمل ہے

اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی عقیدہ "توحید اور اللہ کو ایک ماننا" ہے، اللہ کو ایک ماننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف زبان سے اللہ کے ایک ہونے کا اقرار کرلیا جائے، بلکہ اللہ کو ایک ماننے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان اس بات کا یقین رکھے کہ صرف اللہ ہی کی ذات نفع اور نقصان پہنچا سکتی ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی ہستی بھی وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتی جو خدا کو منظور نہ ہو، اور اگر اللہ کی طرف سے کوئی نقصان اور آزمائش ہی مقدر ہو تو کوئی ولی، پیر اور امام تو کجا نبی اور پیغمبر بھی اس سے بچا نہیں سکتا، اس لئے امام ضامن وغیرہ باندھنا اسلامی مزاج و مذاق اور عقیدۂ توحید کے منافی ہے، بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ مشرکانہ عمل ہے، اس سے خوب اجتناب کرنا چاہیے۔

سفر کی مشقتوں سے بچاؤ کا نسخہ خود رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ جب آدمی سفر شروع کرے تو اس سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لے، آپ ﷺ کا یہی معمول مبارک تھا، پھر سفر کے شروع میں یہ دعا پڑھے:

" اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ، اَللّٰهُمَّ اصْحَبْنَا فِيْ سَفَرِنَا وَ اخْلُفْنَا فِي أَهْلِنَا ، اَللّٰهُمَّ إِنِّىْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعَثَاءِ السَّفَرِ وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ "(۱)

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۳۴۳۹، عن عبد اللّٰہ بن سرجس ﷺ، باب ما يقول إذا خرج مسافرا۔

" اے اللہ! آپ ہی سفر کے ساتھی اور اہل وعیال کے نگہبان ہیں، اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور واپسی کی تکلیف سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، خداوندا! آپ سفر میں مدد فرمائیں، ہمارے اہل وعیال کی نگہہ داشت فرمائیں، میں بہتر حال کے بعد بری حالت، مظلوم کی بدعا

اور اہل وعیال اور مال کے بارے میں کوئی بری بات
دیکھنے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں"

یہی نماز اور دعاء انشاء اللہ سفر کی صعوبتوں سے حفاظت کا ذریعہ ہوگا، آپ اس طرح خود اللہ سے مانگتے ہیں نہ کہ اللہ کے بندوں سے، اس میں انسان کے عقیدہ کی بھی حفاظت ہے، اللہ کی خوشنودی بھی ہے، اور سنت نبوی ﷺ کی اتباع وپیروی بھی۔

نوشہ کو شادی میں سہرا باندھنا

رسول اللہ ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے، (۱) اور ظاہر ہے کہ جو چیزیں سنت سے ثابت ہوں، ان کو سنت ہی کے طریقہ سے انجام دینا ضروری ہے، اس میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ جائز نہیں، جیسے نماز آپ ﷺ کی سنت ہے، آپ ﷺ نے ایک رکعت میں دو سجدے فرمائے ہیں، تو ظاہر ہے کہ ایک رکعت میں تین سجدے کرنا درست نہ ہوگا، پس جب نکاح بھی آپ ﷺ کی سنت ہے تو ضروری ہے کہ نکاح بھی حضور ﷺ ہی کے طریقہ پر کیا جائے، آپ ﷺ نے نہ خود اس طرح کی چیز پہنی، اور نہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اس لئے سہرا باندھنا قطعاً غیر شرعی اور غیر اسلامی عمل ہے، اس سے بچنا چاہئے، اور نکاح کے مبارک موقعہ پر کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو۔

(۱) "النكاح سنتي فمن لم يعمل بسنتي فليس مني" (سنن ابن ماجة، عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها، كنز العمال، حدیث نمبر: ۴۴۴۰۷)

دلہن کو وداعی سہرا باندھنا

اسلام میں سہرا باندھنے کی کوئی اصل نہیں، صحابہ ﷺ اور سلف صالحینؒ نے کبھی اس طرح کی چیز نہیں باندھی، یہ بعض غیر مسلم قوموں کی رسم ہے، جس کو نا سمجھی اور نادانی میں ہمارے مسلمان بھائیوں نے لے لیا ہے، اس لئے نہ دولہا کو سہرا باندھنا چاہئے، اور نہ دلہن کو۔

مخصوص راتوں میں روشنی کرنا اور جھنڈیاں لگانا

بارہ ربیع الاوّل کی شب کو، یا پندرا شعبان کی رات، یا ستائیسویں رمضان کی خاص راتوں میں ضرورت سے زیادہ روشنی کے انتظام کو فقہاء نے بدعت اور اسراف یعنی فضول خرچی کہا ہے۔

قال العلامۃ الحمویؒ : قولہ وفرشہ و ایقادہ ای وقت الصّلاۃ یقدر ما یدفع الظّلمۃ و من البدع المنکرۃ ما یفعل فی کثیر من البلدان من ایقاد القنادیل الکثیرۃ فی لیالی معروفۃ فی السّنۃ فی السّنۃ کلیلۃ نصف من شعبان۔۔۔الخ

(غمز عیون البصائر ج:۲ ص:۲۳۵، القول فی احکام المساجد)

توبہ میں رخسار تھپتھپانا

کچھ لوگ توبہ کرتے وقت اپنے رخسار تھپتھپاتے ہیں یہ بھی محض ایک رسم ہے، شریعت میں

توبہ کے معنی لوٹنے کے ہیں، یعنی اللہ کا ایک بندہ گناہ کا ارتکاب کر کے گویا اللہ تعالی سے دور ہو جاتا ہے، اور پھر وہ اپنے گناہوں سے شرمسار ہو کر اپنے مالک کی طرف لوٹ آتا ہے، توبہ کے لئے ضروری ہے کہ گناہ پر ندامت ہو، گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ ہو، اور اگر شریعت نے اس گناہ کے لئے کوئی کفارہ متعین کیا ہو، تو کفارہ ادا کیا جائے ،توبہ میں رخسار تھپتھپانے کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ محض ایک رسم ہے، جس سے بچنا چاہئے ، کیونکہ طریقہ وہی معتبر ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہو۔

فال دیکھ کر نام کا انتخاب

بچوں کے نام انبیاءِ کرام علیہم السلام ،صحابہ ؓ اور صالحین ؒ کے نام پر رکھنا چاہئے اور ایسا نام رکھنا چاہئے جس کی رسول اللہ ﷺ نے تحسین کی ہے، حدیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے، نام کے لئے فال دیکھنا ایک بے اصل بات ہے، اور شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، دراصل ہندو بھائیوں کے یہاں اس طرح کا تصور پایا جاتا ہے، اسلام میں نیک فالی کی

گنجائش ہے، نیک فالی کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام کے موقع پر کوئی ایسا نام یا لفظ سامنے آجائے جس میں کامیابی اور مقصد برآری کا مفہوم ہو، یا کوئی ایسی بات ہو جائے جس کو باعث راحت سمجھا جاتا ہو تو اس سے نیک فالی لیتے ہوئے اچھی امید کی جائے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "نیک فالی بہتر کلمہ ہے، جو آدمی کو سننے میں آئے" "الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم"(۱)

(۱) فتح الباري لابن الحجر العسقلاني: ۱۰/۲۲۵، باب نمبر: ۵۴۔ قال النبي ﷺ: لا طيرة، و خيرها الفأل. قالوا و ما الفأل يا رسول الله ؟ قال: الكلمة الصالحة يسمعها أحدكم - عن أبي هريرة ﷺ، (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۷۵۵، باب الفأل، كتاب الطب، نیز دیکھئے: صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۲۳) محشی۔

جیسے آپ کسی کام کے لئے نکل رہے ہوں اور ایسے شخص سے آپ کی ملاقات ہو گئی جس کا نام "نافع" ہے، تو یہ فال نیک ہے کہ ان شاء اللہ اس میں نفع حاصل ہوگا، اس طرح نیک فالی کی اسلام میں گنجائش ہے، بدفالی اور بدشگونی البتہ اسلامی نقطۂ نظر سے قطعاً نادرست ہے۔(۱)

(۱) دیکھئے: ردالمحتار: ۳/۴۴-۴۵۔
"والفأل: ضد الطيرة، كأن يسمع مريض ياسالم أو ياطالب أو يا واجد، أو يستعمل فى الخير و الشر ... و وجهه أن الفأل أمل و رجاء للخير من الله تعالىٰ عند كل سبب ضعيف أو قوي، بخلاف الطيرة" (حاشية ابن عابدين على الدر ۳/۴۴-۴۵، مطلب فى الفأل و الطيرة، باب العيدين، كتاب الصلاة) محشی۔

نام رکھائی اور سالگرہ

عہد نبوی ﷺ، خیر القرون اور سلف صالحین کے زمانہ میں نام رکھائی اور سالگرہ وغیرہ کی مسرفانہ تقریبات نہیں ہوا کرتی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی صاحبزادیوں، نواسے اور نواسیوں کے نام رکھے ہیں، لیکن کبھی بھی اس طرح کا اہتمام نہیں کیا گیا، اسی طرح یوم ولادت میں دعوت وغیرہ کا اہتمام جسے آج کل سالگرہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحینؒ سے ثابت نہیں، یہ مغربی اقوام سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے، چوں کہ اسے ''دینی عمل'' سمجھ کر انجام نہیں دیا جاتا، اس لیے اسے بدعت تو نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ بدعت کا تعلق امرِ دین سے ہوتا ہے، لیکن غیر مسلموں سے مماثلت اور غیر اسلامی تہذیب سے تاثر اور مشابہت کی وجہ سے کراہت سے بھی خالی نہیں، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

۲۱ ویں دن پھول پہنانا

بعض علاقوں میں دستور ہے کہ بچہ کی پیدائش کے ۲۱ دن بعد لوگ اسے پھول پہنا کر اور گھوڑے پر بیٹھا کر پھیراتے ہیں یہ نری خرافات ہیں اور

اس قسم کی خرافات کی حوصلہ افزائی اسلام کا مزاج نہیں، بچہ کی پیدائش یقیناً

ایک خوشی کی بات ہے، اوراس کے اظہار کے لئے عقیقہ کا طریقہ رکھا گیا ہے کہ ساتویں دن بال مونڈا جائے ،استطاعت ہو تو بال کے ہم وزن چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کردی جائے ،(۱) تا کہ آپ کے پڑوسی اور سماج کے غریب لوگ بھی آپ کی اس خوشی میں شریک ہوجائیں، باقی یہ سب رسم ورواج نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، اور نہ ان کا کرنا مناسب ہے کہ یہ فضول خرچی ہے، اور قرآن نے فضول خرچی سے شدت کے ساتھ منع کیا ہے۔(۲)

(۱) "عن سمرة ﷺ عن رسول الله ﷺ قال: كل غلام رهينة بعقيقته تذبح عنه يوم السابع و يحلق رأسه و يسمى ألخ" (سنن أبي داؤد:۳۹۲،كتاب الضحايا) محشی۔
(۲) اسرائیل :۲۶-۲۷۔محشی۔

کتوں کا رونا

بعض علاقوں میں کتے کے رونے کی آواز سن کر لوگ کہتے ہیں کہ کوئی مرنے والا ہے، کیونکہ کتّے کو ملک الموت نظر آتے ہیں:

یہ توہمات میں سے ہے کہ کتے کا رونا کسی آدمی کے مرنے کی علامت ہے، یا یہ کہ خاص طور پر اس کو ملک الموت نظر آتے ہیں، البتہ یہ بات روایات میں آئی ہے کہ بعض ایسی چیزیں جو انسان کی نگاہ سے اوجھل رکھی گئی ہیں، بعض اوقات حیوانات کو نظر آتی ہیں، لیکن خاص طور پر ملک الموت کا کتوں کو نظر آنا یہ حدیث سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

بدعت کی آمیزش

قارئین کرام! دیکھنا چاہیئے کہ آج جب مسلمانوں میں کس قدر لاتعداد اور بے حد و شمار رسوم ورواج، ہادئی عالم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور فقہ کے خلاف جاری و ساری ہیں۔

علّامہ عبدالرّحمن ابن جوزیؒ ایک مجلس میں فرماتے ہیں ہمارے اس دین کے اندر علم و عمل دونوں طرف سے داخل ہونے والی بدعتوں پر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایسے دو راستوں سے داخل ہوئی ہیں جو اس دین سے پہلے سے موجود تھے اور لوگوں کے دل ان سے مانوس تھے۔

چنانچہ علم اور اعتقاد میں داخل ہونے والی بدعتیں فلسفہ کے راستہ سے آئی ہیں اس طرح کہ علماء کی ایک جماعت نے ہمارے دین کے سلسلے میں اتنے پر اکتفاء نہیں کیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے قناعت فرمائی تھی۔یعنی صرف کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ ﷺ ہی پر توجہ مرکوز نہیں رکھی بلکہ فلسفہ کی

مباحث میں بھی غور و فکر شروع کر دیا، پھر وہ اس علم کلام میں داخل ہو گئے جس نے انہیں ایسی بحثوں میں مبتلا کر دیا کہ ان کے عقائد خراب ہو گئے۔

اور عمل کے باب میں داخل ہونے والی بدعتیں رہبانیّت کے راستے سے آئی ہیں، کیونکہ زاہدوں کی ایک جماعت نے راہبوں سے تقشف اور بدحالی کا راستہ حاصل کیا، صرف ہمارے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی سیرت پر نظر نہیں ڈالی اور ان لوگوں نے دنیا کی مذمّت سنی لیکن اس کے مقصود کو نہیں سمجھ سکے۔ پھر مقصود کے سمجھنے میں غلطی کے ساتھ علم شریعت سے بے رخی بھی اکٹھی ہو گئی اس لئے قبیح بدعتیں وجود میں آئیں۔

اگر مسلمان دیانتداری اور نیک نیتی سے غور کریں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آج ہماری خوشی و غمی، ختم و فاتحہ، درود کی، عید و بقرہ عید، شب برأت، چھوٹی بڑی گیارہویں، کونڈے، جمعرات، تیجہ، پانچواں، ساتواں، نانواں، چالیسواں، یہ سب کھانے پینے کا پنڈورا بکس اور گورکھ دھندا ہے۔ ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جو بدعت نہ ہو اگر خاص

بدعت نہ ہوگی تو بدعت کی آمیزش ضرور شامل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بدعت و خرافات سے بچائے اور سنت مصطفی ﷺ کا پابند و شیدائی بنائے۔ آمین!

کفر و شرک اور ارتداد کے بعد سب سے بڑا گناہ بدعت ہے۔ بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو اور شرع کی چاروں دلیلوں یعنی کتاب اللہ، سنت رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت، قیاس مجتہدین سے اس کا ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔

چند مشہور بدعتیں یہ ہیں

(۱) قبروں پر دھوم دھام سے میلاد کرنا، چراغ جلانا، چادریں ڈالنا اور غلاف ڈالنا اور پھول چڑھانا، پختہ قبریں بنانا، قبروں پر گنبد بنانا، عورتوں کا وہاں جانا، اپنے خیال سے بزرگوں کو راضی کرنے کے لئے قبروں کی حد سے تعظیم کرنا، میت کے ساتھ عہد نامہ وغیرہ رکھنا۔

(۲) تعزیہ یا قبروں کو چومنا چاٹنا، خاک ملنا، طواف کرنا، قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، قبروں پر اذان دینا، مٹھائی، چاول، گلگلے، چوری وغیرہ چڑھانا۔

(۳) تعزیہ کو سلام کرنا، تعزیہ علم وغیرہ رکھنا اس پر حلوہ مالیدہ چڑھانا۔

(۴) محرم کے مہینے میں پان نہ کھانا، مہندی مسی نہ لگانا، مرد کے پاس نہ رہنا، لال

کپڑے پہننا، یا محرم کے مہینہ میں شادی بیاہ نہ کرنا۔

(۵) غم کے موقع پر چلا کر رونا، منہ اور سینہ پیٹنا، بیان کر کے رونا، استعمالی گھڑے توڑ ڈالنا، سال بھر تک یا کم وبیش اچار نہ پڑنا، کوئی خوشی تقریب نہ کرنا، مخصوص تاریخوں

میں پھر غم تازہ کرنا۔

(۶) تیجہ، چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا۔ نکاح، ختنہ، بسم اللہ وغیرہ میں اگرچہ وسعت نہ ہو مگر ساری خاندانی رسمیں کرنا۔ خصوصاً قرض وغیرہ لے کر ناچ گانا وغیرہ کرنا۔ یہ تو اور ہی ڈبل گناہ ہے۔

(۷) سلام کی جگہ بندگی آداب وغیرہ کہنا یا سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا۔ سلام کو بے ادبی سمجھنا، خط میں بعد آدائے آداب وعبودیت لکھنا، کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا۔

(۸) راگ، باجا، گانا سننا، خصوصاً اس کو عبادت سمجھنا جیسا کہ قوالی کے موقع پر ہوتا ہے۔ ڈومنیوں وغیرہ کا بجانا اور دیکھنا اور اس پر خوش ہو کر ان کو انعام دینا۔

(۹) نسب پر فخر کرنا یا کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کیلئے کافی سمجھنا، کسی کے نسب میں کسر ہو تو اس پر طعن کرنا۔

(۱۰) جائز پیشہ کو ذلیل سمجھنا۔

(۱۱) باوجود ضرورت کے عورت کے دوسرے نکاح کو معیوب سمجھنا۔

(۱۲) شیخی اور ریاء کے لئے "مہر" زیادہ مقرر کرنا۔

(۱۳) دولہا کو خلاف شرع لباس پہنانا، آتش بازی وغیرہ کا سامان کرنا بہت سی روشنی مشعلیں لے جانا، آتش بازی کرنا۔ اس کے سامنے آنا جانا، بالغ سالیوں وغیرہ کا سامنے آنا، اس سے ہنسی دل لگی کرنا، چوتھی کھیلنا۔

(۱۴) حد سے زیادہ زیب وزینت میں مشغول ہونا۔ سادگی وضع کو معیوب سمجھنا۔

(۱۵) حصول عمر کے لئے لڑکے کے کان یا ناک چھیدنا۔

(۱۶) عقیقہ کے وقت رسوم کرنا مثلاً کٹوری یا چھاج میں اناج یا نقدی وغیرہ ڈالنا۔

(۱۷) ۲۲/ رجب کو کونڈے کرنا۔

(۱۸) میت کے گھر کھانے کے لئے جمع ہونا۔ ختم فاتحہ وایصال وثواب کی رسمیں یعنی دن تاریخ وخوراک وطریقہ وغیرہ مختلف موقعوں کے لئے مخصوص کرنا۔

(۱۹) داڑھی منڈانا یا کٹانا یا چڑھانا یا سفید بال کھینچنا، سیاہ خضاب لگانا، مونچھ بڑھانا

(۲۰) شراب کا حلوہ، محرم کا کھچڑا اور شربت وغیرہ۔

غرضیکہ اس قسم کی بہت سے بدعات رائج ہیں جن کی شرع شریف میں کوئی سند نہیں ہے۔لوگوں نے اپنی طرف سے تراش لی ہیں اور ان کو شرع اور عبادت سمجھ کر عمل کرتے ہیں اور نہ کرنے والے اور منع کرنے والے کو طعن کرتے ہیں اور اس سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔اس قسم کی بہت سے باتیں ہیں نمونہ کے طور پر یہاں چند نقل کی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان سب بدعتوں سے بچائے اور صراط مستقیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

چند بدعات کی مختصر فہرست

کلمے میں لائی گئی بدعتیں:

(۱) پیروں کے پیچھے مریدوں کا کلمہ پڑھتے چلنا

(۲) فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے کلمہ پڑھنا

(۳) نکاح کے کلمے پڑھانے کی رسم

(۴) جنازہ کے ساتھ کلمہ پڑھتے جانا

(۵) اپنی طرف توجہ دلانے کیلئے کلمے کا استعمال

اذان کی بدعتیں

۱ : قبر پر اذان دینا۔

۲ : اذان میں صلوٰۃ وسلام کا اضافہ کرنا۔

۳ : دوران اذان حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نام پر انگھوٹے چومنا۔

۴ : جمعہ میں اذان ثانی مسجد میں نہ ہونے کی تجویز دینا۔

۵ : قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے پر اصرار کرنا۔

۶ : وبا اور قحط دور کرنے کے لئے اذان دینا۔

نماز سے متعلقہ بدعتیں

۱۔ نماز کے بعد اونچی آواز سے ذکر کرنا۔ ۲۔ نماز کے بعد اجتماعی ذکر کرنا۔
۳۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔ ۴۔ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا۔
۵۔ نماز کے بعد تین دعائیں کرنا۔
۶۔ نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر جعلی درود پڑھنا
۷۔ جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنا۔ ۸۔ نماز تراویح پر اُجرت لینا۔
۹۔ نماز تراویح کے لیے حافظ کو اُجرت دینا۔
۱۰۔ شب برأت میں اجتماعی نوافل پڑھنا۔

نماز جنازہ، وکفن ودفن کی بدعتیں

۱۔ دفن کرنے میں تاخیر کرنا۔ ۲۔ مرنے پر نوحہ کرنا۔
۳۔ اجنبی غیر آدمی سے غسل دلوانا۔ ۴۔ غسل پر اجرت دینا۔
۵۔ غسل والی جگہ کو تین دن خالی چھوڑنا۔ ۶۔ غسل والی جگہ پر چراغ جلانا۔
۷۔ جمعہ اور عیدین کے موقع پر غم تازہ کرنا۔
۸۔ تین دن سے زیادہ سوگ کی حالت میں رہنا۔
۹۔ میت کے گھر میں عورتوں کا جمع ہونا۔ ۱۰۔ مروجہ قدم گننا
۱۱۔ اس کے بعد دعا کرنا۔
۱۲۔ جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا۔
۱۳۔ جنازے کے ساتھ قرآن مجید لے جانا۔
۱۴۔ قرآن مجید کو میت کے سرہانے رکھ کر جنازہ پڑھنا۔
۱۵۔ ملاؤں کا دائرے کی شکل میں دھرنا مارنا۔
۱۶۔ جنازہ میں حلوہ بتاسے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا۔ ۱۷۔ کفن پر کفنی لکھنا۔
۱۸۔ دفن کے وقت قرآن پاک کی اونچی آواز میں تلاوت کرنا۔

۱۹۔ دوسری جگہ کی مٹی قبر پر ڈالنا۔
۲۰۔ رسم قل کرنا۔
۲۱۔ تیسرے دن قبرستان جانا۔
۲۲۔ تیجہ، ساتواں، چالیسواں، سالانہ کرنا۔
۲۳۔ قبر پختہ کرنا۔
۲۴۔ قبر پر پھول ڈالنا۔
۲۵۔ جمعرات کے دن ختم کرنا۔
۲۶۔ قرآن خوانی کے پیسے دینا۔
۲۷۔ قرآن خوانی پر کھانا کھانا۔
۲۸۔ قرآن خوانی پر کھانا دینا۔
۲۹۔ قبر پر گنبد بنانا۔
۳۰۔ عرس کرنا۔
۳۱۔ قبرستان میں میلہ کرنا۔
۳۲۔ قبر کو غسل دینا۔
۳۳۔ قبر پر چادر ڈالنا۔
۳۴۔ قبر پر جھنڈیاں لگانا۔
۳۵۔ قبر پر چراغ جلانا۔
۳۶۔ قبر کو ایک بالشت سے زیادہ اونچی کرنا۔
۳۷۔ قبر کو بوسہ دینا۔
۳۸۔ قبر کو سجدہ کرنا بدترین شرک اور بدعت ہے۔
۳۹۔ قبر سے دعا مانگنا بدترین شرک اور بدعت ہے۔
۴۰۔ درگاہوں کا طواف کرنا بدترین شرک اور بدعت ہے۔
۴۱۔ قبر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہونا۔
۴۲۔ محرم میں قبروں پر پانی ڈالنا۔
۴۳۔ بیماروں کو قبرستان شفا کی غرض سے لے جانا بدترین شرک اور بدعت ہے۔

۴۴ : حیض اور نفاس والی عورتوں کو میّت کے پاس سے ہٹانا

۴۵: بعض لوگوں کا یہ اعتقاد کہ میّت کی روح اس گھر کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے جس مکان میں اس کا انتقال ہو۔

۴۶: جس کمرے میں انتقال ہو اس کے اندر سبز ٹہنی رکھنا۔

۴۷: میّت کے ناخن اور بال کاٹنا۔

۴۸: میّت کی آنکھوں میں مٹی ڈالنا اور یہ کھنا کہ ابن آدم کی آنکھ نہیں بھرتی مگر مٹی سے۔

۴۹: صبح و شام رونے کا اہتمام کرنا۔

۵۰: بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ سال بھر میّت پر غم منایا جاتا ہے، عورتیں مھندی نہیں لگاتیں، اچھے کپڑے نہیں پہنتیں، اور بناؤ سنگار نہیں کرتیں۔ اور اس کو غم کا سال کھا جاتا ہے یہ بھی بدعت ہے۔

۵۱: تیسرے دن تک میّت کے کپڑے اس خیال سے نہ دھونا کہ ایسا کرنے سے میّت سے عذاب قبر ٹل جاتا ہے۔

۵۲: کفن پر میّت کا نام، شہادتین، اور اہل بیت کے نام لکھنا۔

۵۳: یہ اعتقاد رکھنا کہ میّت اگر نیک ہو گا تو اس کا جنازہ ہلکا ہو گا اور اگر نیک نہیں ہو گا تو اس کا جنازہ بھاری ہو گا۔

۵۴: جنازہ کے ساتھ خاموشی ترک کر کے بلند آواز سے ذکر کرنا اور لوگوں کا آپس میں بات چیت کرنا۔

۵۵: قبر پر عرق گلاب چھڑکنا۔

۵۶: قبر پر لوگوں کے لئے کھانا پینا رکھنا۔

متفرق بدعات

ایصال ثواب کے لیئے تاریخوں کا التزام
ایصال ثواب کیلئے کھانوں کا تعین
اہل میت کے ہاں دعوتیں اڑانا
ایصال ثواب کا کھانا امیروں کو کھلانا
ہندو کا کھانا اگلے دن کھانا

☆میّت کے ایصال ثواب کے لئے تیسرا، ساتواں، چالیسواں اور برسی کرنا۔

☆میّت کی قبر پر چالیس دن تک بیٹھنا، اور وہاں قرآن خوانی اور ختم کرنا۔

☆قبر پر خیمہ نصب کرنا۔

☆کسی ولی کی قبر کے اردو گرد موجود درخت و پتھر کو مقدّس سمجھنا، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اس درخت سے اگر کچھ کاٹا گیا تو اس کاٹنے والے کو نقصان پہنچے گا۔

☆ یہ اعتقاد رکھنا کہ جو شخص آیۃ الکرسی کی تلاوت کر کے شیخ عبد القادر جیلانی کے روضے کی طرف منہ کر کے سات قدم چلے اور ہر قدم پر ان پر سلام بھیجے تو اس کی حاجت پوری ہو گی۔

☆ اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لئے درگاہوں، مزاروں اور قبروں پر جانا، اس کے لئے دور دراز کے سفر طے کرنا، اور ان سے اپنی حاجات کا سوال کرنا۔

☆ بیوی کے انتقال کے بعد خاوند کا دوسرا نکاح کرنے کے بعد، متوفیہ بیوی کی قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ اس سے بیوی کی غیرت کی حرارت ٹھنڈی ہو گی۔

☆ قبروں پر تلاوت کے لئے قرآن رکھنا۔

☆ قبروں پر تبرک کے قصد سے رومال اور کپڑے باندھنا۔

☆ قبروں کو بوسہ دینا، اور ان پر رکھی ہوئی چیزوں کو اپنے بدن پر ملنا۔

☆ قبروں پر جانوروں کا ذبح کرنا۔

گیارہ روپے روزانہ سرکاری وظیفہ
گیارہویں میں عوام وخواص کے دو مسلک
جرمنی میں پاگلوں کی عید کا ایک منظر
پاکستان میں میلے سارا سال
سرکار بغداد کی نظریں

حضور علیہ کی ولادت شریفہ کی تصوری یاد
ولادت منانے کی رسم پہلے سے دو قوموں میں
عیدیں صرف دو ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ
مساجد میں محافل نعت
قیام تعظیم

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بدعات اور رسومات مسلمانوں میں رائج ہیں اور ہر علاقے میں مختلف قسم کی بدعتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی ان بدعات کو چھوڑ دے اور دوسروں کو بھی منع کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام

دے کر اپنا فرض منصبی پورا کریں اللہ رب العزت ہر قسم کی بدعات اور رسومات سے تمام مسلمانوں کو بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

والحمدُ لله على توفيقهِ وأسألُه تعالى المزيدَ من فضلهِ، وأنْ يَرْزُقَني محبّةَ لقائِهِ عندُ مفارَقَةِ هذه الدنيا الفانيةِ إلى الدارِ الأبديّةِ الخالدة، ﴿مَعَ الَّذينَ أَنْعَمَ الله عَلَيْهِم من النَّبِيِّينَ والصِّدِّيقينَ والشُّهدَاءِ والصَّالِحين وحَسُنَ أَولٰئك رَفِيقاً﴾ .

محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہ: ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ / ۳۱ مارچ ۲۰۱۳)